اشاعت کا ۶۴ واں سال

یادگار : شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ

ہمدرد نونہال

صدر مجلس
سعدیہ راشد

مدیر اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۱ — جلد ۶۴

ربیع الاول - ربیع الثانی
۱۴۳۷ ہجری

جنوری ۲۰۱۶ عیسوی

ٹیلے فون: 36620945 سے 36620949
36616001 سے 36616004

ایکسٹینشن: (054 یا 052 یا 066)

ٹیلے فیکس نمبر: (92-021) 36611755

ای میل: hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان: www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف): www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارۂ سعید: www.hakimsaid.info

فیس بک پیج: www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر: منائل صہیب، کراچی

ISSN 02 59-3734

قیمت عام شمارہ: ۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے): ۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے): ۵۰۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر): ۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے): ۵۰ امریکی ڈالر

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سادگی بڑی اچھی چیز ہے۔ سادہ زندگی میں بڑی راحت ہے۔ سادہ رہنے والے کبھی پریشان نہیں ہوتے۔ سادہ آدمی کی ضروریات بہت کم ہوتی ہیں، اس لیے ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس آدمی کو زیادہ پریشانی نہیں ہوتی۔ نہ ایسے آدمی کو اپنی مرضی کے خلاف کام کرنے پڑتے ہیں، نہ کسی کے آگے جھکنا پڑتا ہے اور نہ اس کو کسی سے شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔ عام طور پر لوگ اپنی بڑھی ہوئی ضرورتیں پوری کرنے اور نمائش کرنے کے لیے زیادہ رپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ زیادہ رپے کے لیے ان کو بعض وقت غلط کام بھی کرنے پڑتے ہیں۔ لوگوں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے اور وہ اپنے ضمیر کے خلاف بھی عمل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس لیے سادگی میں بڑی آسانی ہے۔ کم ضرورتیں ہوتی ہیں تو وہ آسانی سے اور حلال آمدنی ہی سے پوری ہو جاتی ہیں۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس بہت سادہ ہوتا تھا۔ آپؐ نے کبھی قیمتی اور ریشمی کپڑے نہیں پہنے۔ آپ موٹے اور کھردرے کپڑے پسند کرتے تھے۔ کبھی ایک جوڑے سے زیادہ نہیں رکھا اور وہ بھی اکثر پیوند لگا ہوا ہوتا تھا۔ حضورؐ چاہتے تو ساری دنیا سے اچھا لباس پہن سکتے تھے، لیکن آپؐ نے لباس ہی سادہ نہیں پہنا، بلکہ آپؐ اپنی زندگی کے ہر کام میں سادگی کا نمونہ بنے۔ کھانا بھی سادہ اور گھر بھی معمولی۔

اگر ہم بھی اپنی زندگی کو سادہ بنائیں تو ایک طرف تو اپنے پیارے نبیؐ کی سنت پر عمل کریں اور دوسری طرف خود ہماری زندگی بہت آسان اور آرام دہ ہو جائے گی۔

(ہمدرد نونہال مارچ ۱۹۸۹ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

کوئی نیا کام کرنے سے پہلے سوچو،

خوب سوچو، پھر کام کرو۔

دوستو! ہمدرد نونہال کی زندگی کا ۶۴ واں سال شروع ہوگیا۔ اس سال کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خوشی کے مارے قلم نہیں چل رہا ہے۔ ہمدرد نونہال پڑھنے والے بچوں کے علاوہ بزرگ بھی ہیں، جنھوں نے اپنے بچپن میں ہمدرد نونہال پڑھا، فائدہ اُٹھایا اور اپنے اپنے میدان میں خوب ترقی کی۔ اب ان کے بچے بھی ہمدرد نونہال پڑھتے ہیں۔

ہمدرد نونہال کے بانی اور عظیم انسان شہید حکیم محمد سعید کی یاد خاص طور پر اس لیے بھی آرہی ہے کہ ان کا لگایا ہوا پودا اب ماشاء اللہ بہت مقبول ہو رہا ہے اور علم، ادب اور پاکستان کی خدمت کر رہا ہے۔ حکیم صاحب کا یومِ پیدائش ۹ جنوری ۱۹۲۰ء ہے۔ وہ ہمدرد نونہال کی ترقی اور مقبولیت سے بہت خوش ہوتے تھے اور میری حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

ممتاز شاعر اور مصنف جناب جمیل الدین عالی کی وفات سے اردو ادب کا بڑا نقصان ہوا۔ میں نے اس شمارے میں کچھ جملے ان کی خدمات پر لکھے ہیں۔ آیندہ بھی ان پر لکھوں گا۔

بچوں کے بہت مقبول ناول نگار جناب اشتیاق احمد یکایک اللہ کو پیارے ہوگئے۔ وہ کتاب میلے میں شریک ہونے کراچی آئے تھے اور واپس جھنگ جا رہے تھے کہ کراچی ائیر پورٹ پر انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ وہ بہت اچھے انسان تھے۔

خدا حافظ۔ زندگی رہی تو آیندہ ماہ ملاقات ہوگی۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

روشن خیالات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لیے سلام کرنے سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں۔

مرسلہ : اسامہ ظفر راجا، ایم۔ سی۔ جے

حضرت عمر فاروق ؓ

دولت فرعونوں کا ورثہ ہے اور علم انبیاے کرام کا عطیہ ہے۔ مرسلہ : مہک اکرم، کراچی

شیخ سعدیؒ

جس میں برداشت کی قوت نہیں وہ سب سے زیادہ کم زور ہے۔ مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

بوعلی سیناؒ

محنت کرنے سے جسم تن درست، دماغ پُر سکون دل فیاض اور جیب بھری رہتی ہے۔

مرسلہ : فہد فدا حسین، فیوچر کالونی

حضرت امام غزالیؒ

ایک شخص بن کر نہ جیو، بلکہ ایک شخصیت بن کر جیو، کیوں کہ شخص تو مر جاتا ہے، مگر شخصیت ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ مرسلہ : نادیہ اقبال، کراچی

شہید حکیم محمد سعید

علم کی محبت اور استاد کی عزت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مرسلہ : منیر نواز، ناظم آباد

کنفیوشس

غصہ ایسی آندھی ہے، جو دماغ کا چراغ بجھا دیتی ہے۔ مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

کولرج

جو اچھا سننے والا اور کم بات کرنے والا ہو، ہر جگہ اور ہر وقت پسند کیا جاتا ہے۔

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

وارین بنٹ

ساکھ بنانے میں برسوں لگتے ہیں، لیکن بگڑنے میں دیر نہیں لگتی۔ مرسلہ : روبینہ ناز، کراچی

سڈنی فلپ

دنیا کا بہترین علاج خاموشی اور خوش رہنا ہے۔

مرسلہ : مجاہد الرحمٰن، کراچی

☆☆☆

نعتِ رسولِ مقبولؐ

ضیاء الحسن ضیا

اے حبیبِ کبریا، محبوبِ رب، عالی مقامؐ
آپؐ پر لاکھوں درودیں، آپؐ پر لاکھوں سلام

آپؐ نے سچائی کے گلشن لگائے ہر طرف
خوشنما موتی محبت کے لٹائے ہر طرف

دولتیں علم و عمل کی ایسے دیں انسان کو
ہر ترقی کے لیے راہیں ملیں انسان کو

آپؐ نے انسانیت کا بول بالا کر دیا
نورِ حق سے ظلمتوں کو بھی اُجالا کر دیا

ساری دنیا کو عطا کی آگہی کی روشنی
سرورِ دیںؐ نے دکھایا ہے جمالِ بندگی

مدحِ والاؐ، یا خدا کیوں کر ضیاؔ سے ہو بیاں
تُو نے رفعت دی انھیں، وہ ہیں ترے رفعت نشاں

نئے سال کی خوشی

نسرین شاہین

۳۱ دسمبر کی رات گھڑیاں جیسے ہی بارہ بجاتی ہیں، ہر گلی، محلے میں فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگتی ہیں۔ یہ منظر ہر سال دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح نئے سال کی آمد کا جشن منایا جاتا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ سائلنسر نکال کر موٹر سائیکل دوڑانا، ون وہیلنگ (ایک پہیے پر موٹر سائیکل چلانا) کرتب دکھانا اور ساحل سمندر پر خوب ہنگامہ کرنا بھی نئے سال کی آمد کے جشن میں شامل ہے، جسے بچے اور نوجوان بہت جوش و خروش سے مناتے ہیں۔

کیا نئے سال کے استقبال کا یہ درست طریقہ ہے؟ اور کیا بغیر سائلنسر کے موٹر سائیکل دوڑانا، ون وہیلنگ کے کرتب دکھانا، ہوائی فائرنگ کرنا، ساحل سمندر پر شور و غل کرنا ہی نئے سال کی آمد کا جشن منانا ہے؟ کیا کبھی کسی نے سوچا ہے کہ ہم اس جشن سے نہ صرف اپنا نقصان کرتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی پریشان کرتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں۔ خوشی اور جشن منانے کے اس انداز سے ہم اپنا قیمتی وقت اور پیسا دونوں برباد کرتے ہیں اور ساتھ ہی ہم اپنی اور دوسروں کی جانوں کو بھی خطرے میں ڈالتے ہیں۔

وقت بہت قیمتی ہے، جسے ہم جشن کے نام پر ضائع کر دیتے ہیں۔ رقم بھی ضائع کرتے ہیں اور جان کو بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ تیز رفتار سے موٹر سائیکل دوڑانا اور اسے ایک پہیے پر چلانا انتہائی خطرناک حرکتیں ہیں، جو کسی قیمت پر اور کسی بھی موقع پر دکھانا مناسب نہیں ہے۔ بعض اوقات اس طرح کے کرتب بڑے حادثات کا سبب بن جاتے ہیں، جن میں کبھی جان بھی چلی جاتی ہے۔

یہ بات سب کو معلوم ہونی چاہیے کہ شور، آلودگی کی ایک قسم ہے۔ جب بغیر سائلنسر کے موٹر سائیکل دوڑائی جاتی ہے اور خوب ہوائی فائرنگ کی جاتی ہے تو وہاں کے رہنے والوں کو یہ آوازیں سخت ناگوار گزرتی ہیں۔ خاص طور پر بزرگوں اور مریضوں کو سخت تکلیف پہنچتی ہے۔ چھوٹے معصوم بچے سو نہیں پاتے اور سوئے ہوئے بچے بھی ڈر کر اُٹھ جاتے ہیں۔ ہم اپنی خوشی کی خاطر دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، تو کیا یہ درست طریقہ ہے؟

نہیں ہرگز نہیں، نئے سال کی آمد کی خوشی میں یہ سب کرنا مناسب نہیں ہے۔ نئے سال کے آغاز پر ہمیں گزرے ہوئے سال میں اپنے کاموں کا جائزہ لینا چاہیے کہ جو کام کرنے کا ہم نے گزشتہ سال ارادہ کیا تھا، وہ ہم نے مکمل کرلیا؟ یا ادھورا رہ گیا ہے۔ پھر یہ دیکھیں کہ اس سال ہم نے کتنی کامیابی اور ناکامی حاصل کی ہے؟ اس سلسلے میں کتنی محنت کی اور کون کون سے اچھے کام کیے۔

نئے سال کے آغاز کی خوشی اس طرح منائیں کہ آپ کو بھی حقیقی خوشی حاصل ہو اور آپ کی وجہ سے کسی کو پریشانی بھی نہ ہو، بلکہ دوسروں کو آپ کی وجہ سے خوشی حاصل ہو۔

یقیناً! آپ نئے سال کے آغاز کی خوشی اسی طرح منانا چاہیں گے۔ نئے سال کی خوشی منانے کا یہ طریقہ بہت آسان بھی ہے اور پُر لطف بھی ہے۔ آپ کے اس عمل سے دوسروں کو فائدہ حاصل ہوگا اور آپ کو بھی خوشی ملے گی۔ سال کے اختتام پر اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ایسے غریب بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں مدد کردیں، جو پیسے نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ کتابیں، کاپیاں، قلم، بیگ اور دوسری ضرورت کی چیزیں خرید کر غریب اور مستحق بچوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔

آپ کا یہ بظاہر چھوٹا سا عمل بہت بڑا ثابت ہوگا۔ جب غریب بچوں کو لکھنے پڑھنے کی چیزیں ملیں گی تو ان کے چہروں پر آنے والی خوشی آپ کو ایک انمول خوشی دے جائے گی۔ جب بھی آپ کو غریب بچوں کے چہروں پر آنے والی خوشی یاد آئے گی، آپ کو بھی خوشی حاصل ہوگی۔ یہ حقیقت ہے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے والے خود بھی فائدے میں رہتے ہیں، یعنی خوش رہتے ہیں۔

سچی اور ہمیشہ رہنے والی خوشی تو دوسروں کو خوشی دینے سے حاصل ہوتی ہے تو نئے سال کا استقبال سچی خوشی سے کرنا چاہیے۔ ☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی۔ ◆ بامقصد نہیں تھی۔ ◆ طویل تھی۔ ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی۔ ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔ ◆ پنسل سے لکھی تھی۔ ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی۔ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی۔ ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔ ◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی۔ ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔ ◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔ ◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو۔ ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے۔ ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ "کیا یہ چھپ جائے گی؟" ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کے باری جلد آتی ہے۔ ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کر کے بھیجیے۔ ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو۔ ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے۔ ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے۔ ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے۔ ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں۔ ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ قول بہت مشکل نہ ہو۔ ◆ علم دریچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو۔ ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو۔ ◆ نونہال بلا عنوان کہانی نہ بھیجیں۔ ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے۔ ◆ اشاعت سے معذرت میں صرف کہانیوں اور مضامین کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں ناقابل اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے۔ ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے۔ ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔ (ادارہ)

جیوے، جیوے پاکستان

مسعود احمد برکاتی

۲۳ نومبر ۲۰۱۵ء کو ہم سے ایک بہت پیاری شخصیت جدا ہوگئی، جس کا نام ہم بُھلا نہیں سکتے۔ جمیل الدین عالی ایک اہم اور مقبول شاعر تھے۔ انھوں نے غزلیں بھی کہیں، نظمیں بھی، دوہے بھی۔ دوہے تو اردو میں عالی جی ہی نے شروع کیے اور اب تک ان کا کوئی ثانی نہیں ہوا۔

دوہے، گیت کہہ کہہ کر عالی من کی پیاس بجھائے
من کی پیاس بجھے نہ کسی سے، اُسے یہ کون بتائے

واقعی عالی جی کے دوہے جادو اثر ہیں اور یہ اردو میں عالی جی کا اضافہ ہیں۔ پڑوسی ملک سے جنگ کے دوران عالی جی نے پُر اثر ملی نغمے بھی دل کی گہرائیوں سے لکھے۔

عالی جی نثر بھی لکھتے تھے اور نثر میں بھی ان کا اپنا رنگ ہے۔ دہلی کی زبان بڑے مزے سے استعمال کرتے تھے۔ انھوں نے ایک اردو اخبار میں کافی عرصے تک کالم لکھے۔ ان کالموں میں ان کی زبان اور اندازِ بیان کے ساتھ موجودہ زندگی کے تقاضے بھی بڑی خوبی سے آئے ہیں۔

جمیل الدین عالی صاحب کی زندگی میں بڑا تنوع تھا۔ انھوں نے سرکاری نوکریاں بھی کیں، بینکوں میں بھی رہے۔

میری نظر میں عالی کی بہت اہم خدمت اردو کی ترقی کے لیے مسلسل کام ہے۔ انجمن ترقی اردو کے استحکام اور ترقی کے لیے بڑی لگن اور استقلال سے کوشش کرتے رہے۔

یہ پیارا انسان نوے سال کی عمر میں کئی برس تک بیماری سے لڑنے کے بعد دنیا سے چلا گیا۔ ☆

اب بلّا نہیں آئے گا

عارف شین روہیلہ

میں سبزی لے کر جیسے ہی گھر میں داخل ہوا، ننھا فہد میری طرف دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے آتے ہی میرا منھ اپنی طرف کرتے ہوئے خوشی سے کہا: ''بابا...... بابا! آپ پہلے میری بات سنیں۔''

اس کے ساتھ ہی محمد علی نے میرا منھ اپنی طرف کرتے ہوئے بے پناہ خوشی سے کہا: ''بابا، بابا! بھئی ہمارے کمرے میں بلی پانچ بچے لائی ہے۔''

ننھے فہد نے وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''بابا! اتنے اتنے سے پانچ بچے ہیں، ایک کالا، ایک سفید، دو بھوزے اور ایک بلی کے رنگ کے جیسا ہے۔''

محمد علی نے کہا: ''بابا! وہ بلی ثاقب کے گھر سے اپنے بچے لائی ہے، بہت پیارے اور معصوم ہیں۔ وہ چوزے جتنے بڑے ہیں۔''

''بابا! وہ دودھ پیتے اور معصوم سی آواز میں میاؤں، میاؤں کرتے ہیں۔'' ننھے فہد نے کہا۔

میں اس وقت بہت تھکا ہوا تھا، اس کے باوجود میں نے ان کی بات غور سے سنی۔ میرے بچے اسکول سے چھٹی کے بعد اپنی ماں کے پاس ہی گھر میں پڑھتے ہیں۔

''بھئی! یہ تو تم نے بہت اچھی بات بتائی، مگر تم لوگ ان بچوں کو ہاتھ نہیں لگانا، ورنہ بلی پنجہ مار کر تمھیں زخمی کر دے گی۔ پھر بہت تکلیف ہوگی۔'' میں نے انھیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

''بابا! فہد نے کالے والے بچے کو تو ہاتھ میں اُٹھا لیا تھا، مگر بلی نے اسے کچھ بھی

نہیں کہا۔''

''ہیں بھئی؟'' میں نے ننھے فہد سے مصنوعی حیرت سے پوچھا تو وہ سہم کر بولا: ''میں نے تو اسے یونہی پیار کرنے کے لیے ہاتھ لگایا تھا، علی بھائی نے بھی تو اسے اُٹھایا تھا۔''

''دیکھو بھئی! بلی کے چھوٹے بچوں کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ خارش اور کھانسی ہو جاتی ہے اور اگر بلی کو غصہ آ جائے تو پنجہ بھی مار دیتی ہے۔'' میں نے انھیں ڈراتے ہوئے سمجھایا تو وہ اپنی ماں کے پاس جا کر پھر سے پڑھنے بیٹھ گئے۔

اسی شام کو جب میں تھکا ہارا گھر پہنچا تو وہاں اپنے بچوں کے بہت سے ہم عمر دوستوں کو دیکھا۔ ننھا فہد اور محمد علی خوشی خوشی اپنے دوستوں کو بلی کے بچے دکھانے کے لیے لائے تھے۔ اتنے سارے بچوں کو دیکھ کر بلی پریشان ہو گئی تھی، مگر وہ خاموشی سے اپنے بچوں کو دودھ پلاتی رہی، جب کہ تمام بچے حیرت سے بلی اور اس کے بچوں کو تکتے رہے۔

جب کافی رات ہو گئی تو میں نے سب بچوں کو ان کے گھر بھیج دیا اور اپنے بچوں کو اندر لے آیا اور پھر ہم سب سو گئے۔ رات کو تقریباً دو بجے بلیوں کے چیخنے کی آواز پر میں اُٹھ بیٹھا۔ اس وقت میرا تھکن سے برا حال تھا، مگر اس شور کی وجہ سے نیند ٹوٹ گئی تھی۔ بلیوں کی آوازیں سن کر دونوں بچے اور بیگم بھی جاگ گئی تھیں۔ جب کسی طور بھی آوازیں کم نہ ہوئیں تو میں فہد کا پلاسٹک والا بیٹ لے کر باہر آ گیا۔ روشنی ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ بلی ایک بِلّے کے سامنے کھڑی ہے اور اسے بچوں کے قریب آنے سے روک رہی ہے۔ بِلّے کو دیکھتے ہی میں نے غصے سے بیٹ بِلّے پر پھینک مارا، جو اس کی کمر پر لگا اور وہ فوراً ہی دیوار پھلانگ کر غائب ہو گیا۔ بِلّے کے جاتے ہی بلی خاموش ہو کر اپنے بچوں سے جا لپٹی اور میں بھی اپنے کمرے میں آ گیا۔

ننھے فہد نے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا: ''بابا! بلی کیوں چیخ رہی تھی؟''

میں نے اسے بتایا: ''بلا اس کے بچوں کو کھانے کے لیے آ گیا تھا، اس لیے۔''

''کیوں بابا؟'' اس نے رٹا رٹایا سوال کیا۔ اس وقت میں آرام کے موڈ میں تھا، اس لیے میں نے چڑتے ہوئے کہا: ''سو جاؤ منے! میں بہت تھک گیا ہوں۔'' میری خفگی دیکھ کر وہ سہم گیا اور میرے گلے میں ہاتھ ڈالے مزے سے سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے بھی نیند آ گئی۔ رات کو تقریباً ساڑھے تین بجے پھر بلیوں کے چیخنے پر میں غصے سے اُٹھ بیٹھا۔ اس کم بخت بلی اور اس کے بچوں کی وجہ سے میرا آرام و سکون برباد ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی بلیوں کی آوازیں اتنی تیز تھیں کہ بیگم اور بچے بھی جاگ گئے۔ ابھی میں نے اُٹھ کر باہر جانا ہی چاہا تھا کہ بیگم بولیں: ''ٹھیریں، میں دیکھتی ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کر باہر گئیں۔ ابھی انھوں نے باہر کا بلب روشن ہی کیا تھا کہ بلا دیوار پھلانگ کر واپس بھاگ گیا۔ اس کے جاتے ہی بلی خاموش ہو گئی اور بیگم بھی کمرے میں آ گئیں۔

''صبح ہوتے ہی اس بلی اور اس کے بچوں کو سامنے والے کارخانے میں بھجوا دینا، کم بختوں نے میرا سونا عذاب کر دیا ہے۔''

میں نے یہ بات غصے سے کہی تھی، جو فہد کو بُری لگی، اسی لیے وہ اُٹھ کر اپنی ماں کے بستر پر چلا گیا اور جاتے ہی ان سے بولا: ''کیوں امی؟'' منے کے سوال کو اس کی ماں سمجھ گئی تھیں۔ انھوں نے شفقت سے ننھے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے سونے کی تلقین کرنے لگیں۔ ہم پھر سو گئے، مگر ذرا ہی دیر میں بیگم کی آنکھ کھل گئی۔ ابھی انھوں نے کروٹ ہی لی تھی کہ بدحواسی سے فہد کو اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگیں۔ انھوں نے اُٹھتے ہی پہلے لائٹ روشن کی، فہد کو میرے پاس، پھر محمد علی کے پاس پلنگ کے نیچے بھی دیکھا، مگر وہ انھیں کہیں نظر

نہ آیا، پھر وہ پریشانی کی حالت میں مجھے اُٹھاتے ہوئے بولیں: ''فہد کہاں ہے؟''

''فہد؟ مجھے کیا معلوم، وہ آپ کے ساتھ ہی تو سو رہا تھا۔'' میں نے چونک کر آنکھیں ملیں اور بدحواس ہو گیا۔ رات کے اس پہر فہد کے غائب ہونے پر ہم گھبرا گئے۔ کمرے سے نکلتے ہی میں نے برآمدے کی لائٹ روشن کی اور فہد کو آوازیں دینا شروع کر دیں، مگر حیرت یہ تھی کہ وہ یہاں بھی نہیں تھا، اس وقت ہم دونوں پر انجانا خوف سوار تھا، بیگم جلدی جلدی باتھ روم کی طرف گئیں، مگر اسے وہاں بھی نہ پا کر پریشان ہو گئیں۔

''کہاں چلا گیا؟'' وہ خوف سے بڑبڑائیں، پھر فوراً ہی گیلری کی طرف دوڑیں تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ فہد اپنا پلاسٹک کا بیٹ لیے دیوار سے ٹیک لگا کر بلی اور اس کے بچوں کے قریب سو رہا ہے۔ بیگم نے مجھے بلایا تو میں بھی حیرت کا مجسمہ بنا اسے تکتا رہا، پھر بیگم نے جیسے ہی اسے اُٹھایا تو وہ چونک کر بیدار ہو گیا۔ رات کے اس پہر وہ ہمیں اپنے سامنے دیکھتے ہی بولا: ''آپ جائیں، سو جائیں، بلا اب نہیں آئے گا۔ میں ہوں نا! میں اس بلے سے اسے ماروں گا۔'' اپنے معصوم بچے کی اتنی ہمت اور جانور سے ہمدردی کا جذبہ دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا: ''فکر نہ کرو فہد! صبح ہوتے ہی ہم اس بلی اور اس کے بچوں کے لیے ایک لکڑی کا گھر تیار کریں گے، جس میں وہ محفوظ طریقے سے رہ سکیں گے۔ اس طرح پھر بلا انھیں تنگ نہیں کرے گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا اور ہاں، ہم اس کے لیے دودھ ملائی کا بھی انتظام کریں گے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

وہ خوشی سے کِھل اُٹھا: ''ٹھیک ہے بابا!'' یہ کہتے ہی وہ فرطِ جذبات سے میرے سینے سے آ لگا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ اس ننھے بچے میں ہمدردی کا وہ جذبہ موجود تھا جو میرے دل و دماغ سے نکل گیا تھا۔ ☆

جن دوست

عبدالرؤف تاجور

انور دوپہر کے کھانے کے بعد ''پکی تالاب'' کی سیڑھیوں پر بیٹھا بڑے انہماک سے اپنا سبق یاد کر رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے آ کر بڑے زور سے ہاؤ کہہ کر اسے ڈرا دیا۔ انور بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ اگر فوری طور پر خود کو سنبھال نہ لیتا تو لڑھکتا ہوا تالاب کے پانی میں جا گرتا۔ گھر میں چھوٹے بچوں کے شور وغل سے تنگ آ کر وہ اکثر یہیں آ کر اپنا سبق یاد کر لیا کرتا تھا۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے اسے اس طرح ڈرا دیا ہو۔ انور نے ڈرتے ڈرتے گردن گھما کر دیکھا تو پشت پر اس کا بہترین دوست اور کلاس فیلو صفدر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دونوں مین بڑی گہری اور پکی دوستی تھی۔ لڑنا جھگڑنا تو دور کی بات ان میں کبھی معمولی اختلاف تک پیدا نہیں ہوتا تھا۔ گاؤں بھر میں ان کی دوستی ایک مثال بن گئی تھی اور لوگ انھیں ایک جان دو قالب کہتے تھے۔

''اوہو...... تو یہ تم ہو صفو! میں تو سچ مچ ڈر ہی گیا تھا۔ آؤ بیٹھو کہاں سے آ رہے ہو۔'' انور نے اسے دیکھ کر اطمینان کی سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

''میں پورے گاؤں میں تمھیں ڈھونڈتا پھر رہا تھا، لیکن کچھ پتا ہی نہیں چل رہا تھا کہ کہاں چھپے بیٹھے ہو، پھر اچانک خیال آیا کہ کہیں تم اپنا سبق یاد کرنے پکی تالاب کی طرف نہ آ گئے ہو۔ بس میں اِدھر آ گیا۔ امرود کھاؤ گے؟''

انور نے سوالیہ نگاہوں سے صفدر کو دیکھا۔

''لو، کھاؤ۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کسی رئیس دوست سے پالا پڑا تھا۔'' اتنا کہہ کر صفدر نے قمیص کی تینوں جیبوں سے درجن بھر چھوٹے بڑے امرود نکال کر انور کے سامنے

ڈھیر کر دیے۔ پکے ہوئے امرودوں کی تیز خوشبو فضا میں پھیل گئی۔

"کہاں سے توڑ کر لا رہے ہو۔ تمھارے گھر میں تو امرود کا کوئی درخت نہیں ہے۔"

صفدر نے کہا: "کھا کر تو دیکھو، خود ہی پتا چل جائے گا۔"

انور نے ایک چھوٹا سا امرود اُٹھایا۔ قمیص کے دامن سے رگڑ کر اسے صاف کیا اور دانتوں سے آدھا کاٹ لیا۔ اندر گہرے گلابی رنگ کا گودا دیکھ کر انور بوکھلا گیا۔ پورے گاؤں میں ایسا ایک ہی درخت تھا، جو پرانی حویلی کے اندر تھا۔ حویلی کے مالک بڑے زمیندار صاحب نے شہر میں کاربار جما لیا اور خود بھی شہر چلے گئے تو حویلی پر جنوں کے پورے قبیلے نے قبضہ کر لیا۔ یہ گاؤں والوں کا خیال تھا، ورنہ حقیقت کیا تھی یہ تو اللہ ہی کو بہتر معلوم ہوگا۔ یوں پرانی حویلی خوف و دہشت کی علامت بن چکی تھی اور لوگ اس کے

قریب سے گزرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ حالانکہ حویلی کا کوئی جن آج تک کسی گاؤں والے کو نظر نہیں آیا تھا۔

انور نے خوف زدہ لہجے میں کہا: ''یہ تو پرانی حویلی کے درخت کے امرود ہیں۔ تمھیں کہاں سے مل گئے؟''

''میں خود توڑ کر لا رہا ہوں۔'' صفدر ہنسنے لگا۔

''تم ...... تم ...... حویلی کے اندر گئے تھے؟'' انور نے بوکھلا کر پوچھا۔

''ہاں بالکل گیا تھا، ورنہ یہ امرود کہاں سے لاتا۔''

''اور حویلی کے جنوں نے تمھیں کچھ نہیں کہا۔''

''کیا کہتے؟ میں کوئی ان سے کشتی لڑنے تو نہیں گیا تھا۔ یوں بھی حویلی کے اندر میں نے کسی جن کو نہیں دیکھا۔ ممکن ہے میری بہادری اور دلیری دیکھ کر سب چھپ گئے ہوں۔'' صفدر پھر ہنسنے لگا۔

''بڑے نڈر ہو یار! مگر تم اندر گئے کیسے؟ صدر دروازے پر تو بڑا سا تالا پڑا رہتا ہے۔''

''دیکھو، میں پوری بات تمھیں بتاتا ہوں۔ میں جب تمھیں تلاش کرتا ہوا پرانی حویلی کی طرف سے گزرا تو دیکھا کہ صدر دروازہ چوپٹ کھلا ہوا ہے۔ بس میرے دل میں امرودوں کا لالچ پیدا ہو گیا اور موقع غنیمت جان کر میں چپکے سے حویلی کے اندر داخل ہو گیا۔ پورا درخت کچے پکے امرودوں سے لدا پڑا تھا۔ پہلے تو دل بھر کر خود کھایا اور پھر کچھ تمھارے لیے لیتا ہوا دبے پاؤں باہر آ گیا۔ صدر دروازہ کس نے کھولا، کیسے کھولا، کون اندر گیا تھا، مجھے کچھ نہیں معلوم۔ اندر گاؤں کا کوئی آدمی مجھے نظر نہیں آیا۔''

''صفدر! تم اتنے بہادر کب سے ہو گئے۔ میں جانتا ہوں کہ رات کے وقت تم

اپنے ہی گھر کے کسی اندھیرے کمرے میں جانے سے ڈرتے ہو۔''

''اب میں وہ ڈرپوک صفدر نہیں رہا۔'' صفدر ہنسنے لگا: ''ویسے انور! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جب میں حویلی سے نکل کر کچھ دور آ گیا اور مڑ کر پیچھے دیکھا تو صدر دروازہ بدستور بند تھا اور وہ بڑا سا تالا پہلے کی طرح لٹک رہا تھا۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔'' انور نے بے اعتباری سے کہا: ''کہیں تم مجھے بے وقوف تو نہیں بنا رہے؟''

''اچھا بتاؤ، پھر یہ امرود کہاں سے آئے؟'' صفدر نے شوخی سے ہنستے ہوئے کہا: ''کیا گاؤں میں گلابی گودے والا کوئی دوسرا درخت بھی ہے۔''

انور کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''کیا تم ابھی بیٹھو گے۔'' تھوڑی دیر بعد صفدر نے پوچھا۔

''ہاں تھوڑا سا سبق رہ گیا ہے۔ اسے بھی یاد کرلوں، پھر گھر جاؤں گا۔''

''اچھا تو میں چلتا ہوں۔ کل رات سے بابا کی طبیعت سخت خراب ہے۔ ممکن ہے مجھے قصبے جا کر حکیم صاحب کو گھر لانا پڑے۔'' صفدر نے مغموم لہجے میں کہا۔

''اگر ایسی بات ہے تو پھر چلو میں بھی قصبے تک تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔'' انور کتابیں سمیٹنے لگا۔

''نہیں تم اپنا سبق یاد کرو۔ میں گھر جا کر دیکھتا ہوں۔ ممکن ہے بابا نے بڑے بھائی کو قصبے بھیج دیا ہو۔''

''اگر نہ بھیجا ہو اور تمھیں جانا پڑے تو مجھے ساتھ لے لینا۔ میں گھر ہی پر ملوں گا۔ قصبہ دور ہے، واپسی میں رات ہو جائے گی۔''

رات کا کھانا کھا کر انور نے میز کی دراز سے اپنی چھوٹی سے ٹارچ نکالی اور اسے جلاتا بجھاتا اپنے دوست کے گھر پہنچ گیا۔ دروازہ صفدر کی امی نے کھولا اور اسے پہچان کر بولیں: ''کون انور میاں! خیر تو ہے بیٹے! اتنی رات گئے! آؤ اندر آ جاؤ۔''

''صفدر کہاں ہے؟'' انور نے بے تابی سے پوچھا: ''کیا اکیلے قصبے چلا گیا۔''

''وہ قصبے کیوں جائے گا؟ البتہ وہ صبح کی گاڑی سے اپنے بابا کے ساتھ شہر جا چکا ہے اور تین چار دن کے بعد واپس آئے گا۔ اس کے بابا کے بچپن کے کوئی دوست دس سال بعد بیرونِ ملک سے لوٹے ہیں۔ وہ ان سے ملنے گئے ہیں۔ صفدر بھی ضد کر کے ان کے ساتھ ہی چلا گیا۔''

انور کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکنے لگی۔ اس نے گھبرا کر اپنی قمیص کی بائیں جیب کو ٹٹولا، جہاں دو چھوٹے چھوٹے امرود اب بھی موجود تھے۔ اچھا تو یہ جن بھائی کا تحفہ ہیں۔ ☆
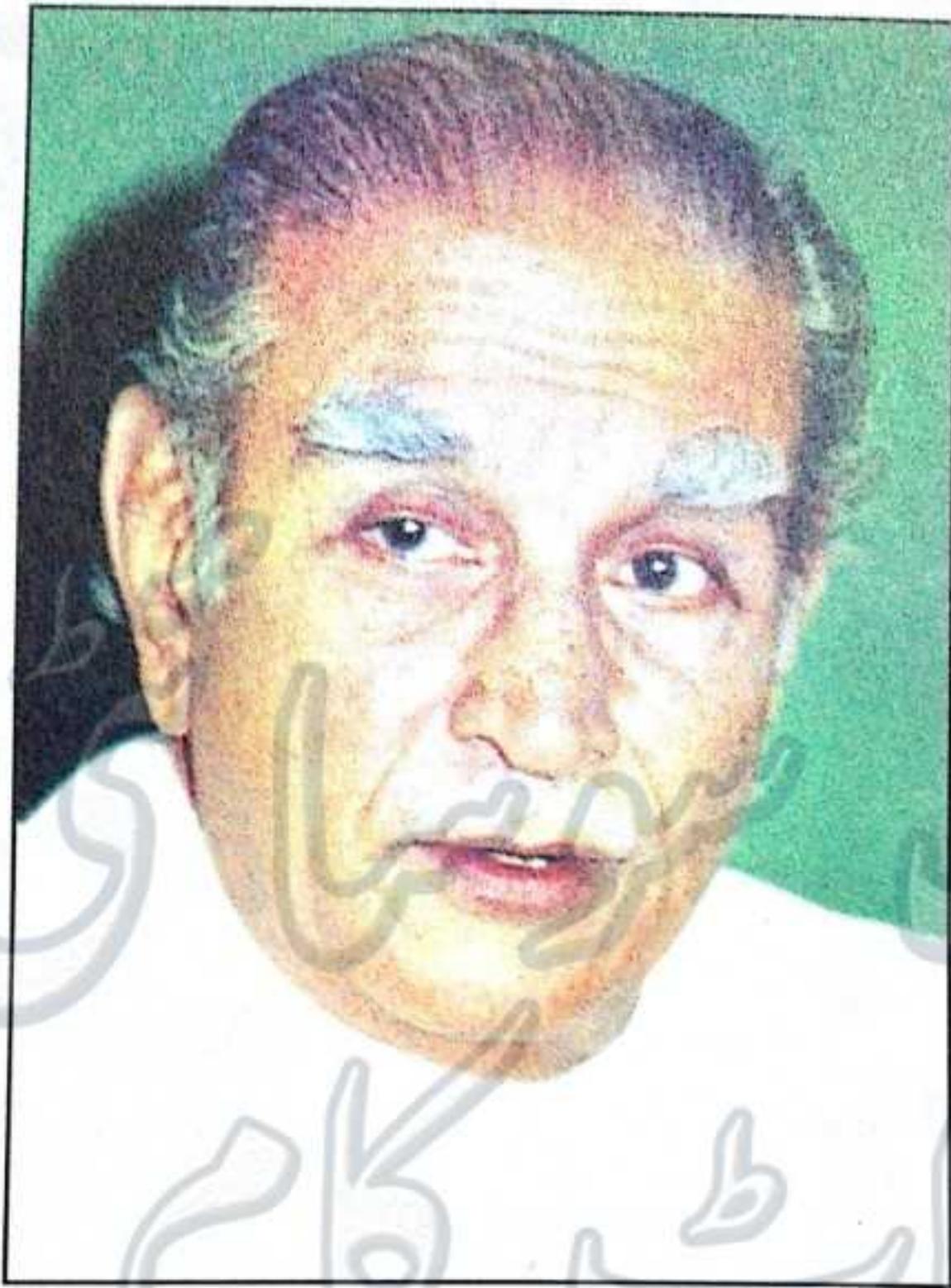
روشنی کا مینار

خالدہ امین جنجوعہ

وہ ذہین ترین بچہ تھا۔ ادب و اخلاق کا پیکر۔ ہر بڑے کا احترام کرتا۔ والدین کی عزت کرتا۔ نیک مسلمان گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ بزرگوں کے ہر حکم اور ان کی ہر بات بڑے ادب و احترام سے سنتا اور اس پر عمل پیرا ہوتا۔ اساتذہ کرام اس کی سعادت مندی، حسنِ اخلاق اور اعلا ذہانت کی قدر کرتے۔ اس کی ترقی کے لیے دعا گو رہتے۔ وہ اس کی تربیت دل و جان سے کرتے اور ہر موڑ پر اس کی رہنمائی کرنے میں کسر نہ اُٹھا رکھتے

تھے۔ اس کے استاد چاہتے تھے کہ یہ ہونہار بچہ آگے چل کر دنیا کے لیے اور اپنے ملک وقوم کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہو۔

اسی بچے نے آٹھویں میں اعلا پوزیشن حاصل کی۔ وہ اپنی جماعت اور اسکول کے غریب بچوں کا بہت خیال رکھتا تھا، ان کی مالی اور اخلاقی مدد کرتے ہوئے بہت خوشی محسوس کرتا تھا۔ بڑوں کے احترام اور اپنی ماں سے محبت کے سبب اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی کی تمام کامیابیاں بخشیں اور اس نے دنیا میں بڑا نام کمایا۔

اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس بچے نے اپنی ماں اور بڑے بھائی کی رہنمائی میں عملی زندگی میں حصہ لینا شروع کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے بے شمار دولت اور شہرت کمائی۔ وہ اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ ہندستان میں رہتا تھا، مگر اسے پاکستان سے بہت پیار تھا۔

ایک دن وہ پاکستان کی محبت میں ہندستان کو چھوڑ آیا۔ وہ خالی ہاتھ آیا اور اس نے اپنی محنت سے پاکستان میں ایک عظیم ادارہ قائم کیا۔

وہ بچہ بعد میں حکیم محمد سعید بنا، جس نے حکمت کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا، جس کی دوائیں صحت وتندرستی کی ضمانت سمجھی گئیں۔ ہمدرد کا لیبل سچی اور اصلی دواؤں کا نشان بنا دیا گیا۔

حکیم محمد سعید سے پاکستان کا ہر انسان پیار کرتا تھا۔ ان کا کوئی دشمن ہوگا؟ کسی کو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا۔

حکیم صاحب کی شہادت کے بعد ایک دفعہ کراچی کے ایک ریستوران میں ایک غیر ملکی خاتون سے میری ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ان لفظوں میں شہید حکیم محمد سعید کو خراج تحسین پیش کیا: ''حکیم محمد سعید پاکستان کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ پاکستان ایک انمول اور

عظیم شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔ ایسی ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی شہادت سے میرے دل کو بہت دھچکا لگا ہے۔ شہید کو کروٹ کروٹ جنت نصیب ہو۔''

میں نے کہا: ''ہاں، جب یہ افسوس ناک خبر ریڈیو پر سنی گئی تو وہ کون سی آنکھ تھی جو اشک بار نہ ہوئی ہوگی؟ وہ پاکستان کے ایک باوقار انسان، حکمت کے ایک بڑے ستون، پاکستان کی عظمت کے رکھوالے تھے۔ وہ روشنی کا ایسا مینار تھے، جو لاکھوں انسانوں کی اُمیدوں کا مرکز تھا۔

وہ غریبوں سے ہمدردی کرنے والے نفیس انسان تھے، دہشت گردوں کے ظلم کا نشانہ بن گئے۔ دہشت گردوں کو ان سے کون سی دشمنی تھی؟ حکیم صاحب نے ان کا خدا جانے کیا بگاڑا تھا۔

شہید ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتے ہیں۔ وہ تاریخ میں اپنا نام لکھوا جاتے ہیں۔ تاریخ ہمیشہ انھیں سنہری حروف میں روشن رکھتی ہے اور دنیا ان کی زندگی سے رہنمائی حاصل کرتی ہے۔ اگر چہ دنیاوی طور پر وہ خود ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں، مگر ان کے کام اور اچھی باتیں دوسروں کے لیے مشعل راہ بن جاتے ہیں۔

شہید حکیم محمد سعید میں تمام اچھی صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، مگر غریب پروری کی صفت ان میں نمایاں تھی۔ غریبوں سے ہمدردی کرنے والا ایسا انسان دنیا میں کم ہی ملے گا۔ زمانہ اس ہمدرد انسان کو ہمیشہ یاد رکھے گا۔

میری سہیلی نے مجھے ایک واقعہ سنایا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکیم محمد سعید کو غریبوں سے کتنی ہمدردی تھی اور وہ کیسے ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھتے تھے۔

میری سہیلی نے بتایا کہ ان کی والدہ بہت بیمار تھیں۔ والدہ کی ایک جاننے والی

نے کہا کہ تم اپنے علاج کے لیے حکیم محمد سعید کے مطب جاؤ۔ میری سہیلی کی والدہ نے کہا کہ اتنے بڑے حکیم کی فیس اور منہگی دواؤں کی قیمت میں ادا نہیں کر سکتی۔

وہ خاتون انھیں دلاسہ دیتے ہوئے کہنے لگیں: ''تم ایک مرتبہ نبض دکھانے ضرور جاؤ۔ وہ غریبوں کے ہمدرد اور ان کا خیال رکھنے والے اعلا انسان ہیں۔ تم جاؤ تو سہی، وہ تم سے کوئی فیس وغیرہ نہیں لیں گے۔''

خاتون کی یہ بات سن کر میری سہیلی کی والدہ کو بڑا حوصلہ ہوا اور وہ اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر حکیم محمد سعید کے مطب پہنچ گئیں۔

باری آنے پر وہ اپنی امی کو لے کر حکیم صاحب کے پاس پہنچ گئی۔ امی جی نے عرض کیا: ''حکیم صاحب! ہم بہت غریب لوگ ہیں، کم قیمت دوائیں دیں۔''

''اچھا امی جی! آپ فکر نہ کریں۔'' حکیم صاحب نے کچھ ایسے میٹھے انداز سے کہا کہ وہ اور اس کی والدہ مطمئن ہو گئیں۔

انھوں نے دس دن کی دوائیں لکھ دیں اور فرمایا کہ ان کے ساتھ دودھ استعمال ضرور کرنا۔

''مگر حکیم صاحب!'' امی جی نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ حکیم محمد سعید بولے: ''ماں جی! آپ فکر نہ کریں۔ یہ دوائیں ہیں اور دو سو روپے دودھ کے لیے ہیں۔ دس دن کے بعد پھر آنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں ایسی شفا رکھی تھی کہ شاید ہی کوئی مریض ہو، جسے ان کے علاج سے فائدہ نہ ہوا ہو۔ میری سہیلی کی والدہ بھی حکیم صاحب کے علاج سے صحت یاب ہو گئیں۔ وہ آج بھی حکیم صاحب کو دعائیں دیتی ہیں۔ کیا وہ مرتے دم تک شہید حکیم محمد سعید کو بھول سکتی ہیں؟ ☆

نیا سال آیا

امان اللہ نیر شوکت

نیا سال ہے اور نئی ہی ڈگر ہے
ترقی کی جانب ہر اک کی نظر ہے
ہر اک سمت ترویج علم و ہنر ہے
دیس کی ترقی کا پھر دور آیا
خوشی مناؤ بچو! نیا سال آیا

خوش ہیں شجر ہر طرف ہل رہے ہیں
مسرت سے باہم گلے مل رہے ہیں
نئے پھول ہر شاخ پہ کھل رہے ہیں
ہے کیسا سہانا سماں آج چھایا
خوشی مناؤ بچو! نیا سال آیا

محبت کو اپنے دلوں میں بساؤ
ہر اک کو مروت سے ملنا سکھاؤ
غریبوں کے دکھ درد میں کام آؤ
سبق یہ نئے سال نے ہے سکھایا
خوشی مناؤ بچو! نیا سال آیا

بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں گے
دیس کے لیے خوب محنت کریں گے
دیس کی تو عظمت پہ ہم کٹ مریں گے
نئے سال نے حوصلہ ہے بڑھایا
خوشی مناؤ بچو! نیا سال آیا

جہاں سے مٹا دیں گے سب بغض و کینہ
سکھا دیں گے جینے کا سب کو قرینہ
لٹا دیں گے اخلاق کا سب خزینہ
لو دل کا ارادہ زباں پر ہے آیا
خوشی مناؤ بچو! نیا سال آیا

خیالات کا کارواں

حمیرا سید

بار بار پڑھنے اور یاد رکھنے والے خیالات

سید مسعود احمد برکاتی صاحب نے ۱۹۵۳ء میں ہمدرد نونہال کے مدیر اور ۱۹۸۰ء میں مدیرِ اعلا کی ذمے داری سنبھالی اور اللہ کے فضل سے آج بھی اسی حیثیت سے خدمت میں مصروف ہیں۔ برکاتی صاحب اتنے آسان الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ نونہالوں کو بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ وہ اپنے پیغام کو بڑی عمدگی کے ساتھ نونہالوں کے ذہن پر منتقل کرتے ہیں۔

برکاتی صاحب کا تعلق ادب کے اس قبیلے سے ہے، جو صرف قلم کو ہی اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کے الفاظ میں حسن اور سلیقہ پایا جاتا ہے۔ برکاتی صاحب کی تحریروں سے بے شمار ہونہار نونہال فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ وہ اپنے الفاظ کے انتخاب میں نونہالوں کی ذہنی سطح کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ نونہالوں کے ذہن میں وطن سے محبت کا جذبہ بیدار رکھتے ہیں۔

برکاتی صاحب بلاشبہ پاکستان کی ادبی دھرتی کا ورثہ ہیں۔ وہ اپنی تحریریوں میں ایسا نکتہ پیدا کردیتے ہیں کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ محترم برکاتی صاحب بچوں کے ادب کے عاشق ہیں۔

حکومتی سطح پر ان کی کہانیوں اور کتابوں کی بھی پذیرائی ہوئی ہے اور انھیں کئی ایوارڈ اور نقد انعامات سے نوازا گیا ہے۔ برکاتی صاحب اپنی تحریروں میں سادگی، مٹھاس اور

خلوص و تاثیر کے اعتبار سے اپنا جواب نہیں رکھتے۔

ہمدرد نونہال پڑھنے والے ہر مہینے ''پہلی بات'' کے شروع میں ایک نئے خیال سے آگاہ ہوتے ہیں۔ یہ خیال برکاتی صاحب نے جون ۱۹۹۱ء سے لکھنا شروع کیا ہے اور اب تک یعنی دسمبر ۲۰۱۵ء تک ۲۹۴ خیالات لکھ چکے ہیں۔ اپنے خیالات کے ذریعے وہ نونہالوں کو ایسی صلاحیت عطا کرتے ہیں، جس سے وہ اپنے لیے نئے جہانوں کی تلاش کر سکیں۔ ان کے ہر قول میں نوجوانوں، نونہالوں سمیت ہر انسان کو پُرعزم رہنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

میں ان انمول موتیوں کو جمع کر کے ہر سال ایک لڑی میں پروتی ہوں۔ اب میری خواہش ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ان زرّیں خیالات کا گلدستہ علم دوستوں کے لیے پیاری سی کتاب کی صورت میں شائع کروں، تا کہ نئے اور پُرانے پڑھنے والے فائدہ اُٹھا سکیں۔ بار بار پڑھنے اور محفوظ رکھنے والے یادگار اقوال کا سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

ہم سب کی دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ سید مسعود احمد برکاتی صاحب کو صحتِ کاملہ عطا کرے اور وہ اسی طرح بچوں کے ادب کی خدمت میں ہر وقت کوشاں رہیں۔ (آمین)

یہاں صرف سنہ ۲۰۱۵ء کے خیالات پیش کیے جا رہے ہیں۔

☆ جنوری: اچھا عمل آپ کے ایک اچھے دوست کے ساتھ ساتھ استاد بھی، جو مشکل راستوں کو آسان بنا دیتا ہے۔

☆ فروری: کام میں جو مزہ ہے، وہ دام میں نہیں۔

☆ مارچ: صلاحیت کی قدر نہ کرنا، اپنا نقصان کرنا ہے۔

☆ اپریل: خوش مزاجی سے بڑھاپا دور رہتا ہے۔

☆ مئی: کوئی دن ایسا نہ گزرے، جس میں تم نے پانچ نئے الفاظ نہ سیکھے ہوں۔

☆ جون: خوشی سے خوشی پیدا ہوتی ہے، خوش رہو، اور دوسروں کو خوشی دو۔

☆ جولائی: علم روشنی ہے، روشنی زندگی ہے۔

☆ اگست: خوشی بانٹنا شروع کرو، پھر دیکھو تمھیں کتنی خوشی ملتی ہے۔

☆ ستمبر: دوست کی غلطی کو بھلا دو، اگر وہ سچا دوست ہے تو اور پکا دوست ہو جائے گا۔

☆ اکتوبر: یقین انسان کا سب سے مضبوط ہتھیار ہے۔

☆ نومبر: اچھائی کر کے بھول جانا، بہت بڑی اچھائی ہے۔

☆ دسمبر: قائداعظم کے سنہری الفاظ: اتحاد، یقین اور تنظیم ہمارے بہترین رہنما ہیں۔

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

پہلی نماز

مرسلہ : پارس احمد خان، اورنگی ٹاؤن

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہ نے کسی بدوی عرب کو بہت جلدی جلدی ارکانِ نماز ادا کرتے دیکھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو انھوں نے بدو کو ڈانٹتے ہوئے کہا: ''نماز پھر ادا کرو اور عجلت سے کام نہ لو۔''

جب وہ دوبارہ نماز پڑھ چکا تو حضرت علی نے اس سے پوچھا: ''بتا، تیری پہلی نماز بہتر تھی یا دوسری بار والی؟''

بدو نے جواب دیا: ''پہلی والی، کیوں کہ وہ نماز میں نے خدا کے ڈر سے پڑھی تھی اور دوسری آپ کے ڈر سے۔''

استاد کا ادب

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

مشہور مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر اپنے والد ہمایوں کی اچانک وفات کے بعد تقریباً چودہ برس کی عمر میں بادشاہ بن گیا۔ یہ اس کے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ ایک دن وہ ایسا لباس پہن کر دربار میں آ گیا، جو مسلمانوں کے عام لباس سے مختلف تھا۔ اکبر کو اس غیر مہذب لباس میں دیکھ کر اس کے بزرگ استاد غصے میں آ گئے اور بھرے دربار میں خوب ڈانٹا۔ اکبر نے بادشاہ ہونے کے باوجود یہ سب کچھ خاموشی سے برداشت کیا۔ اسی وقت دربار سے سیدھا محل میں چلا آیا اور سارا ماجرا اپنی والدہ کو سنایا۔

والدہ نے تسلی دی اور کہا: ''بیٹا! استاد کی سختی کا بُرا نہیں ماننا چاہیے۔ تمھارے لیے یہ فخر کیا کم ہے کہ تاریخ میں یہ بات لکھی جائے گی کہ ایک استاد نے بھرے دربار

میں شہنشاہِ ہند کی توہین کی، مگر شہنشاہ نے ازراہِ ادب اُف تک نہ کی۔''

سونے سے اچھا شلجم

مرسلہ : عافیہ ذوالفقار، کراچی

ایک مسافر کسی بڑے ریگستان میں راستہ بھول گیا۔ بدقسمتی سے کھانا بھی ختم ہو چکا تھا اور برداشت کی طاقت نہ رہی تھی۔ کمر سے بہت سارے سونے کے سکے بندھے تھے۔ آخر بھوک کی شدت سے مر گیا۔ کچھ عرصے بعد اس طرف کسی قافلے کا گزر ہوا تو دیکھا کہ مرنے والے کے سامنے سونے چاندی کا ڈھیر ہے اور زمین پر لکھا ہوا ہے: ''سونے چاندی سے شلجم اچھے ہیں، جن سے پیٹ تو بھر سکتا ہے۔''

(حکایات سعدی)

چند غلط فہمیاں

مرسلہ : افرح صدیقی، کراچی

☆ اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقل مند اور لائق آدمی سمجھنا۔

☆ اپنا راز کسی کو بتا کر اسے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔

☆ جو کام خود سے نہ ہو سکے، اسے سب کے لیے ناممکن خیال کرنا۔

☆ ہر چرب زبان کو دوست سمجھ لینا۔

☆ تمام انسانوں کو اپنے خیال پر چلانے کی کوشش کرنا۔

☆ ہر شخص کے متعلق صرف صورت دیکھ کر رائے قائم کر لینا۔

☆ اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے اس کی توقع کرنا۔

☆ لوگوں کی تکلیف میں حصہ نہ لینا اور پھر ان سے ہمدردی کی اُمید رکھنا۔

کون گرا؟

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

بحری جہاز پوری رفتار سے چلا جا رہا تھا۔ اچانک ایک نئے ملاح نے شور مچا دیا:

''ایک لڑکا سمندر میں گرا ہے۔''

یہ اطلاع کیپٹن تک پہنچی تو اس نے جہاز کا رُخ موڑنے کا حکم دیا۔ جہاز جب کافی پیچھے آ گیا تو ملاح ہکلاتے ہوئے بولا: ''سر! دراصل کوئی لڑکا سمندر میں نہیں گرا......''

کیپٹن ملاح پر خوب گرجا برسا۔ جہاز کا رُخ ایک بار پھر موڑا گیا۔ جہاز تیز رفتاری سے منزل کی جانب روانہ ہو گیا تو ملاح نے ہکلاتے ہوئے دوبارہ کہا: ''سر! میں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ سمندر میں لڑکا نہیں، لڑکی گری ہے۔''

دو دوست

مرسلہ : اسامہ ظفر راجا، راولپنڈی

دو دوست جنگل سے گزر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا: ''اگر یہاں شیر نکل آئے تو تم کیسے بچو گے؟''

اس نے جواب دیا: ''میں مُردہ بن کر لیٹ جاؤں گا، کیوں کہ شیر مردار نہیں کھاتا۔''

''فرض کرو یہ شیر ایسے شریفانہ مزاج کا حامل نہ ہوا؟''

''میں دوڑ کر پیڑ پر چڑھ جاؤں گا کہ بلی خالہ نے شیر کو درخت پر چڑھنا نہیں سکھایا۔''

اس فلسفی دوست نے پھر پوچھا: ''فرض کرو اس شیر نے کسی طرح یہ کام بھی سیکھ ہی لیا ہو، پھر کیا کرو گے؟''

سوالات سے عاجز آتے ہوئے دوسرے دوست نے جواب دیا: ''مجھے ایک بات بتاؤ، تم دوست میرے ہو یا شیر کے؟''

محنت کر کے

مرسلہ : مریم نایاب، نوشہرہ

☆ ابراہم لنکن ایک کسان کا بیٹا تھا، مگر محنت کر کے امریکا کا صدر بنا۔

☆ ٹامس ایڈیسن اخبار فروش تھا، مگر محنت

کر کے بڑا سائنس داں بنا۔

☆ نپولین ایک عام وکیل کا بیٹا تھا، مگر محنت اور ہمت سے فرانس کا حاکم بنا۔

☆ جوزف اسٹالن ایک موچی کا بیٹا تھا، مگر اپنی محنت او رلگن سے سوویت یونین (روس) کا وزیر اعظم بنا۔

☆ غلام اسحاق خان نائب تحصیل دار تھے، مگر محنت کر کے پاکستان کے صدر بنے۔

قابلِ دید

مرسلہ : سمیعہ خیر محمد مُغل، نوشہرو فیروز

روس کی ایک ریاست پروشیا کے بادشاہ فریڈرک دی گریٹ نے ایک مرتبہ فوج کے ایک چھوٹے افسر کو امتیازی نشان عطا کیا، تو اس نے بادشاہ سے کہا: ''جہاں پناہ! میں خود کو اس کا حق دار نہیں سمجھتا، یہ تمغہ میں صرف میدان جنگ میں ہی وصول کر سکتا ہوں۔''

فوجی افسر کو یہ توقع تھی کہ بادشاہ اس کے جواب سے خوش ہو کر مزید انعام و اکرام سے نوازے گا یا کم از کم تعریف تو ضرور کرے گا، لیکن توقع کے برخلاف بادشاہ نے کہا: ''عجیب احمق آدمی ہو، کیا تمھاری خاطر میں جنگ چھیڑ دوں؟''

امن کی علامت

مرسلہ : عبدالجبار رومی انصاری، لاہور

زیتون کا پتا یا اس کی ٹہنی امن، سلامتی، دوستی کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ روایت یہ ہے کہ جب حضرت نوحؑ کی کشتی کوہ جودی سے لگی تو آپؑ نے فاختہ کو بھیجا کہ وہ اردگرد کے حالات کا جائزہ لے کر آئے۔ فاختہ واپس آئی تو اس کی چونچ میں زیتون کا پتا تھا، جو اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ہر طرف امن و سلامتی ہے۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے زیتون کے پتے کو امن و سلامتی کی علامت مانا گیا ہے۔

☆☆☆

بیادِ حکیم محمد سعید

محمد شفیق اعوان

بچّوں سے محبت کرتے تھے
وہ خیال سبھی کا رکھتے تھے
غم و الم میں بھی خوش رہتے
اک رب کی عبادت کرتے تھے
وہ سب کی خدمت کرتے تھے
سب ان کی عزت کرتے تھے
مظلوم کی کرتے داد رسی
ظالم سے وہ نہیں ڈرتے تھے
تاریکی میں شمع جلا کر
تقسیم اُجالے کرتے تھے
اپنے اکابر کے وہ شفیقؔ
نقشِ قدم پر چلتے تھے

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

بغیر نقطے کے

''سواطع الالہام'' قرآن مجید کی بے مثال تفسیر ہے، جو فارسی زبان میں بغیر نقطے والے حروف کی مدد سے لکھی گئی ہے۔ یہ تفسیر دربارِ اکبری سے وابستہ ابوالفیض فیضی نے لکھی۔ اکبر کے دربار سے انھیں ''ملک الشعراء'' کا خطاب بھی ملا۔ اُن کا انتقال ۴۹ سال کی عمر ۱۵۹۵ء میں ہوا۔ وہ اکبر بادشاہ کے ایک اور نورتن ابوالفضل کے بڑے بھائی تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر سب سے پہلے بے نقط تحریر لکھنے کا اعزاز مولانا محمد ولی رازی کو حاصل ہے۔ انھوں نے ''ہادی عالم'' کے نام سے یہ کتاب لکھی ہے۔ وہ مولانا محمد شفیع عثمانی کے فرزند ہیں۔ ان کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری۔ انھیں ۱۹۸۳ء میں ہجرہ ایوارڈ بھی ملا۔

خاتون حکمران

تاریخِ اسلام کی پہلی خاتون حکمران رضیہ سلطانہ تھیں، جو دہلی کے تخت پر نومبر ۱۲۳۶ء کو بیٹھیں۔ وہ شمس الدین التمش کی بیٹی تھیں۔ انھوں نے تین برس حکومت کی۔ نومبر ۱۲۳۹ء میں انھیں تخت سے اُتار کر بھٹنڈا کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔

اسلامی ممالک کی پہلی خاتون جمہوری وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو تھیں۔ وہ ۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو پاکستان اور عالمِ اسلام کی پہلی خاتون وزیراعظم بنیں۔ یہ عرصہ ۲۰ ماہ کا تھا۔ دوسری بار

انھوں نے ۱۹۹۳ء میں وزیر اعظم کا منصب سنبھالا۔ وہ پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی صاحبزادی تھیں۔ انھیں ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ء کو راولپنڈی میں شہید کیا گیا۔

خاتون ہواباز

برصغیر کی پہلی خاتون ہواباز بیگم حجاب امتیاز علی تاج تھیں، جو اردو کی نامور افسانہ نگار بھی تھیں۔ وہ معروف ڈرامہ نگار نویس امتیاز علی تاج کی اہلیہ تھیں۔ امتیاز علی تاج کی ایک وجہ شہرت ان کا شاہ کار ڈراما ''انارکلی'' ہے۔ حجاب امتیاز علی نے آزادی سے قبل ایک فلائنگ کلب کی رکنیت اختیار کی۔ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کی اولین ہواباز خاتون کا اعزاز حاصل کیا۔

پاکستان کی پہلی خاتون ہواباز کا نام شکریہ نیاز علی ہے، جو شکریہ خانم کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ انھیں ۱۲- جولائی ۱۹۵۹ء کو کمرشیل پائیلٹ کا لائسنس ملا۔ وہ پاکستان کی پہلی کمرشیل پائیلٹ ہی نہیں، پہلی فلائنگ انسٹرکٹر اور پہلی گلائیڈر انسٹرکٹر بھی ہیں۔

پیش لفظ اور دیباچہ

اکثر کتاب کے آغاز میں آپ نے پیش لفظ اور دیباچہ دیکھا ہوگا۔ پیش لفظ وہ تحریر ہوتی ہے جو مصنف خود اپنے بارے میں یا کتاب کے بارے میں لکھے۔

دیباچہ کتاب کا وہ تعارف ہوتا ہے جو کوئی دوسرا اہم عصر ادیب، عالم، یا مصنف کا دوست کراتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کتاب کا مترجم (ترجمہ کرنے والا)، کتاب یا صاحبِ کتاب کا تعارف لکھے تو وہ بھی دیباچہ کہلاتا ہے۔

زیر، زبر

اردو کے کئی الفاظ ایسے ہیں، جن کے ''زیر'' اور ''زبر'' سے معنی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ''دِرہَم'' (دال کے نیچے زیر) عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی چاندی کا سکہ۔ ''دَرہَم'' (دال کے اوپر زبر) فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی گڈمڈ یا خلط ملط کے ہیں۔ یہ برہم کے ساتھ مل کر استعمال ہوتا ہے جیسے درہم برہم۔

مُلزِم۔ مُجرِم

جس پر کسی جرم کا الزام لگایا جائے، اسے ملزم کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس پر جرم ثابت نہیں ہو۔ عدالتی اصطلاح میں اسے ایکیوزڈ (ACCUSED) کہا جاتا ہے۔

جس ملزم نے کوئی جرم کیا ہو اور اس پر جرم ثابت ہو جائے تو اسے مجرم کہا جاتا ہے۔ عدالتی زبان میں اسے کونوکٹیڈ (CONVICTED) کہا جاتا ہے۔ ☆

بعض نونہال پوچھتے ہیں کہ رسالہ ہمدرد نونہال ڈاک سے منگوانے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سالانہ قیمت ۳۸۰ رپے (رجسٹری سے ۵۰۰ رپے) منی آرڈر یا چیک سے بھیج کر اپنا نام پتا لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ کس مہینے سے رسالہ جاری کرانا چاہتے ہیں، لیکن چوں کہ رسالہ کبھی کبھی ڈاک سے کھو بھی جاتا ہے، اس لیے رسالہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اخبار والے سے کہہ دیں کہ وہ ہر مہینے ہمدرد نونہال آپ کے گھر پہنچا دیا کرے ورنہ اسٹالوں اور دکانوں پر بھی ہمدرد نونہال ملتا ہے۔ وہاں سے ہر مہینے خرید لیا جائے۔ اس طرح پیسے بھی اکٹھے خرچ نہیں ہوں گے اور رسالہ بھی جلد مل جائے گا۔

ہمدرد فاؤنڈیشن، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

ڈھاکا کے رکشے والے

انتخاب : سیدہ مبین فاطمہ عابدی

شہروں میں ایک شہر ڈھاکا بھی ہے، جہاں میں سیکڑوں بار آیا ہوں اور سیکڑوں بار یہاں رات دن رہا ہوں۔ پہلے یہ مشرقی پاکستان کا دارالحکومت تھا، اب یہ بنگلہ دیش کا دارالحکومت ہے۔ میں اب بھی یہاں آتا جاتا ہوں۔ مجھے اس شہر سے محبت ہے۔ مجھے اس شہر کے رہنے والوں سے محبت ہے۔ میں والہانہ محبت کرتا ہوں ان لوگوں سے جو سائیکل رکشا چلاتے ہیں اور ان رکشاؤں میں انسانوں کو اُٹھاتے پھرتے ہیں۔

ان رکشے والوں میں زیادہ محبت اس جواں سال رکشا چلانے والے سے ہے، جو ایک نہیں تین انسانوں کو سوار کرا کے قدم قدم پر اپنے رکشے کی گدی سے اُٹھ اُٹھ کر پیڈل پر کھڑے ہو کر وزنی رکشے کو آگے بڑھاتا ہے، پھر ان ادھیڑ عمر رکشے والوں سے بے قرار ہو کر محبت کرتا ہوں، جن کے سینے زور لگا لگا کر چھلنی ہو گئے ہیں۔ ان کا سانس جب پُھولتا ہے تو پھیپڑوں سے ان کا بلغم اُکھڑتا ہے اور اپنے ساتھ خون لا کر ان کے منھ میں آجاتا ہے۔ وہ گھبرا کر سڑک پر تھوکتا ہے تو سڑک سے خون ملا بلغم سوکھ کر ہوا کے ساتھ اُڑ جاتا ہے اور کسی نوجوان رکشا والے کے پھیپڑے میں چلا جاتا ہے اور وہاں دق وسل کے جراثیم بننے لگتے ہیں۔

میرے عظیم نونہالو! میں ڈھاکا شہر سے محبت کرتا ہوں، اس لیے محبت کرتا ہوں کہ اس شہر میں اور اس کے قریب و جوار میں ہزارہا نونہال ننگے دھڑنگے پھرتے ہیں۔
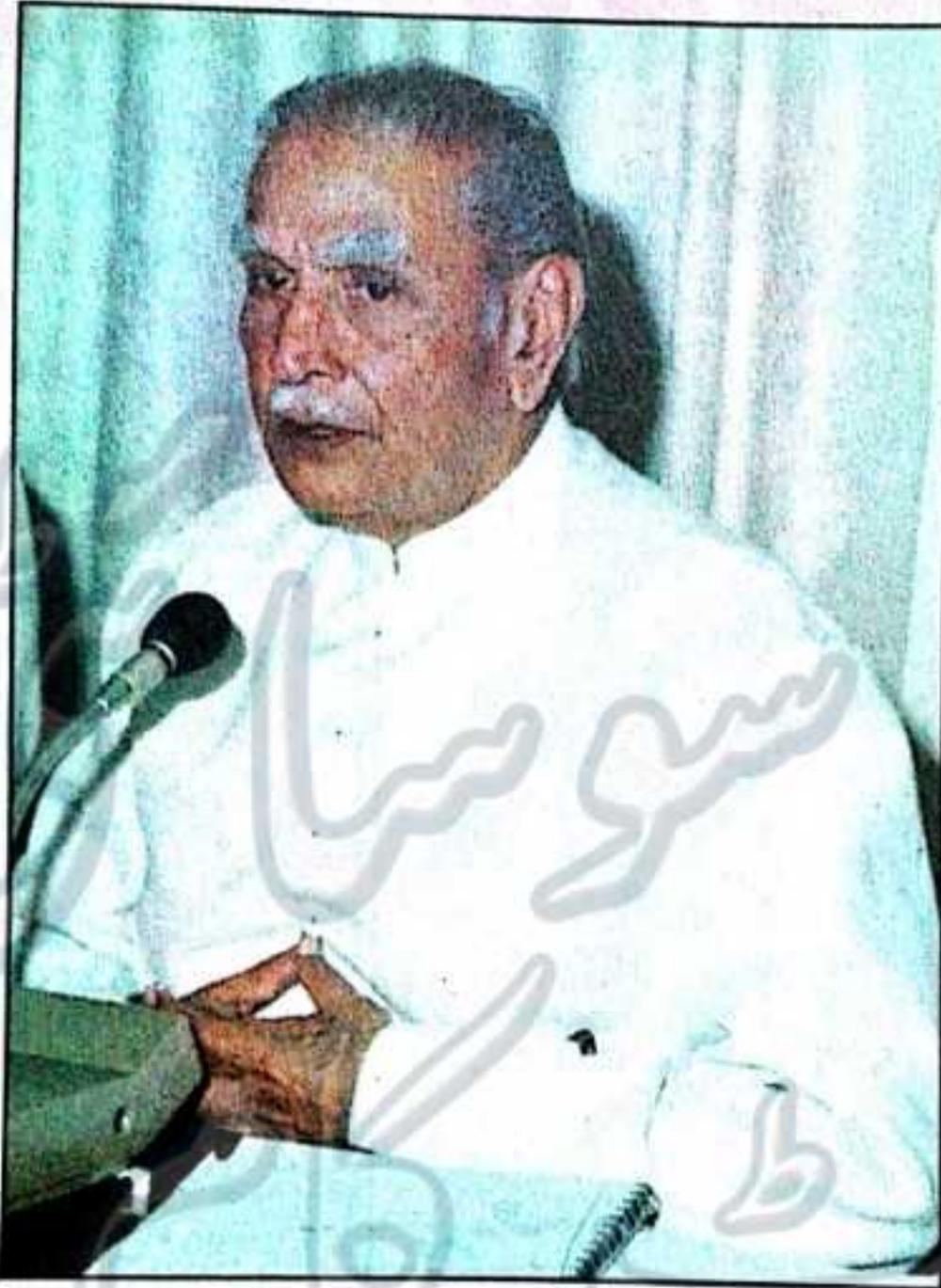
ان کے پیر ننگے ہوتے ہیں، ان کی جلد کو سڑک کی غلاظت اور تمازت گلا جلا کر بے حس کر دیتی ہے۔ ان پیادوں کو دانت مانجھنا میسر نہیں، اس لیے ان کے دانت پیلے ہیں۔ ان کے مسوڑے پلپلے ہیں۔ ان کو غذا بھی صحیح میسر نہیں، اس لیے ان کے منھ میں چھالے ہیں اور ان کی پسلیاں کُھردری میلی جلد سے باہر جھانکتی ہیں۔

یہ معصوم نونہال جب انتہائی لجاجت سے موٹروں میں بیٹھنے والوں کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں تو مجھے ان پر رحم سے زیادہ ان سے محبت ہو جاتی ہے۔

(شہید حکیم محمد سعید کی کتاب ''سعید سیاح ڈھاکا میں'' سے لیا گیا)

☆☆☆

مسکراتی لکیریں
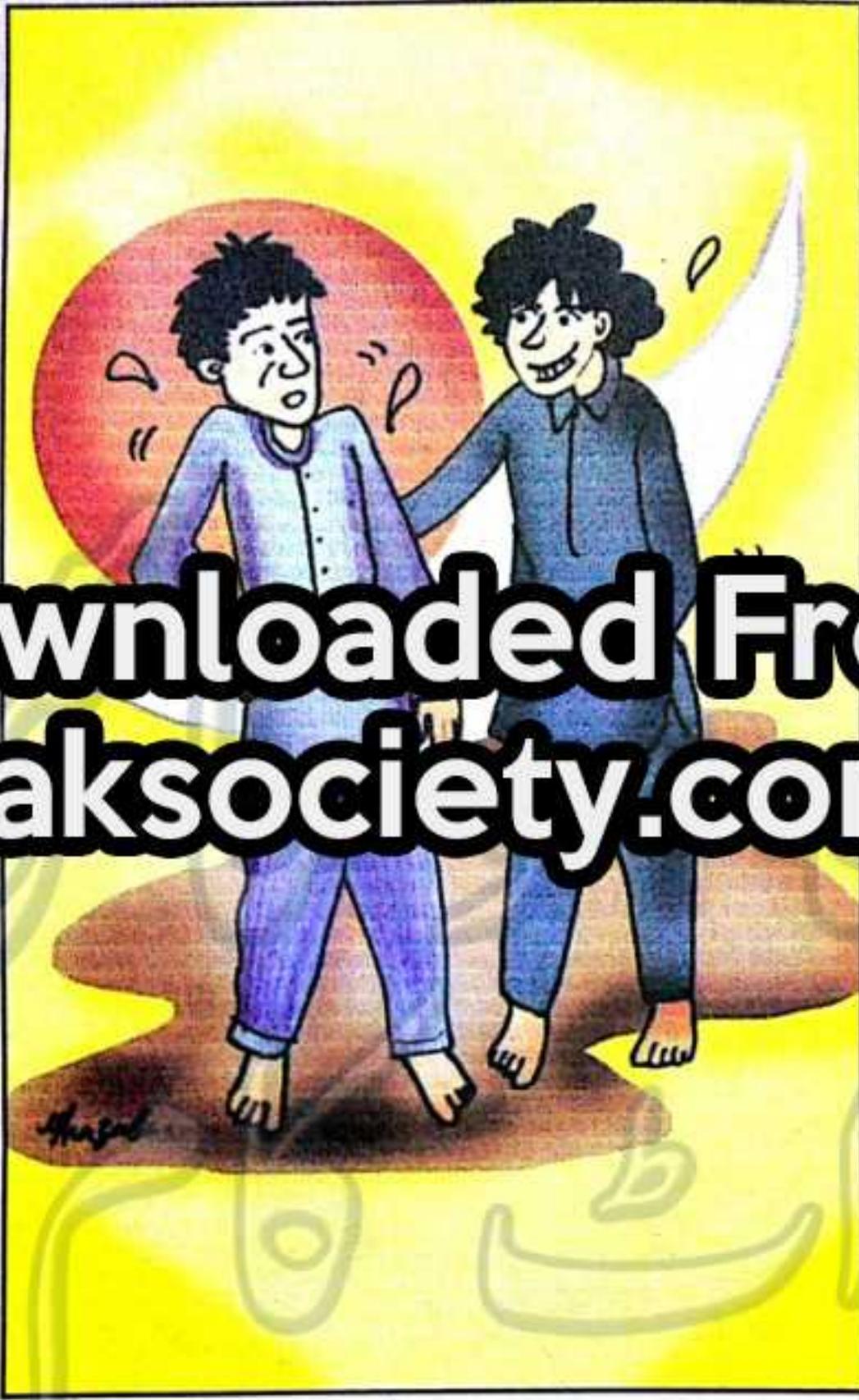
دو دوست آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک دوست نے پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو کہ خوش آمدید کے کیا معنی ہیں؟''

دوسرے دوست نے جواب دیا: ''ہاں جانتا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ خوش ہو کر آم دینا۔''

☆
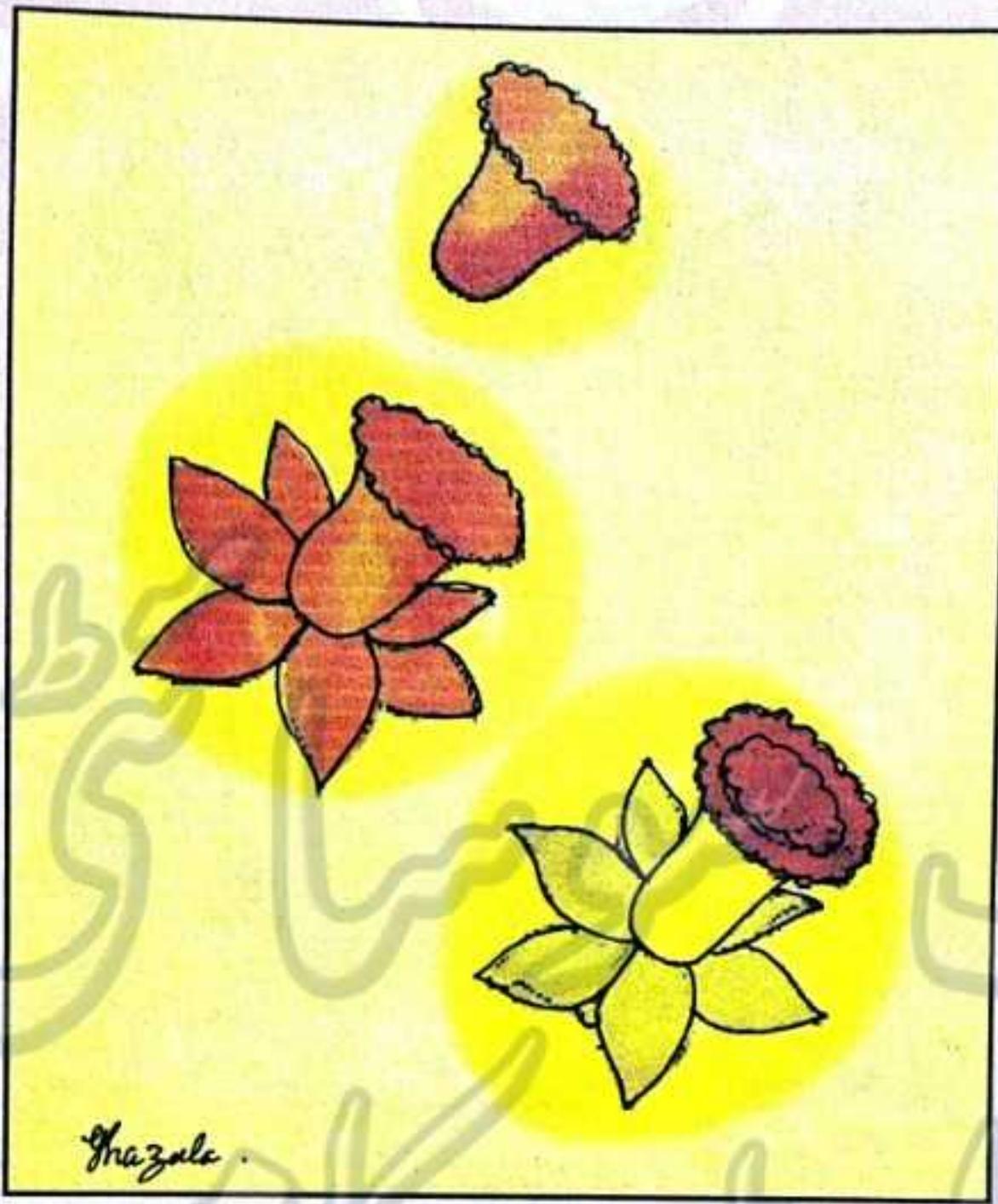
آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

ڈرائنگ بنانے میں کسی شکل کا وہ حصہ سب سے پہلے بنایا جاتا ہے، جو سب سے آگے ہو۔ تصویر پر غور کیجیے کہ پھول کا اوپر والا حصہ پہلے بنایا گیا ہے۔ پھول کا نیچے والا حصہ چوں کہ اوپر والے حصے کے پیچھے آدھا چھپا ہوا ہے، اس لیے اسے بعد میں بنایا گیا ہے۔ شکل مکمل ہونے کے بعد اپنی پسند کا رنگ بھر لیں۔ اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف ڈیزائن بنائے جا سکتے ہیں۔

☆☆☆

ناشکرا خرمست

مسعود احمد برکاتی
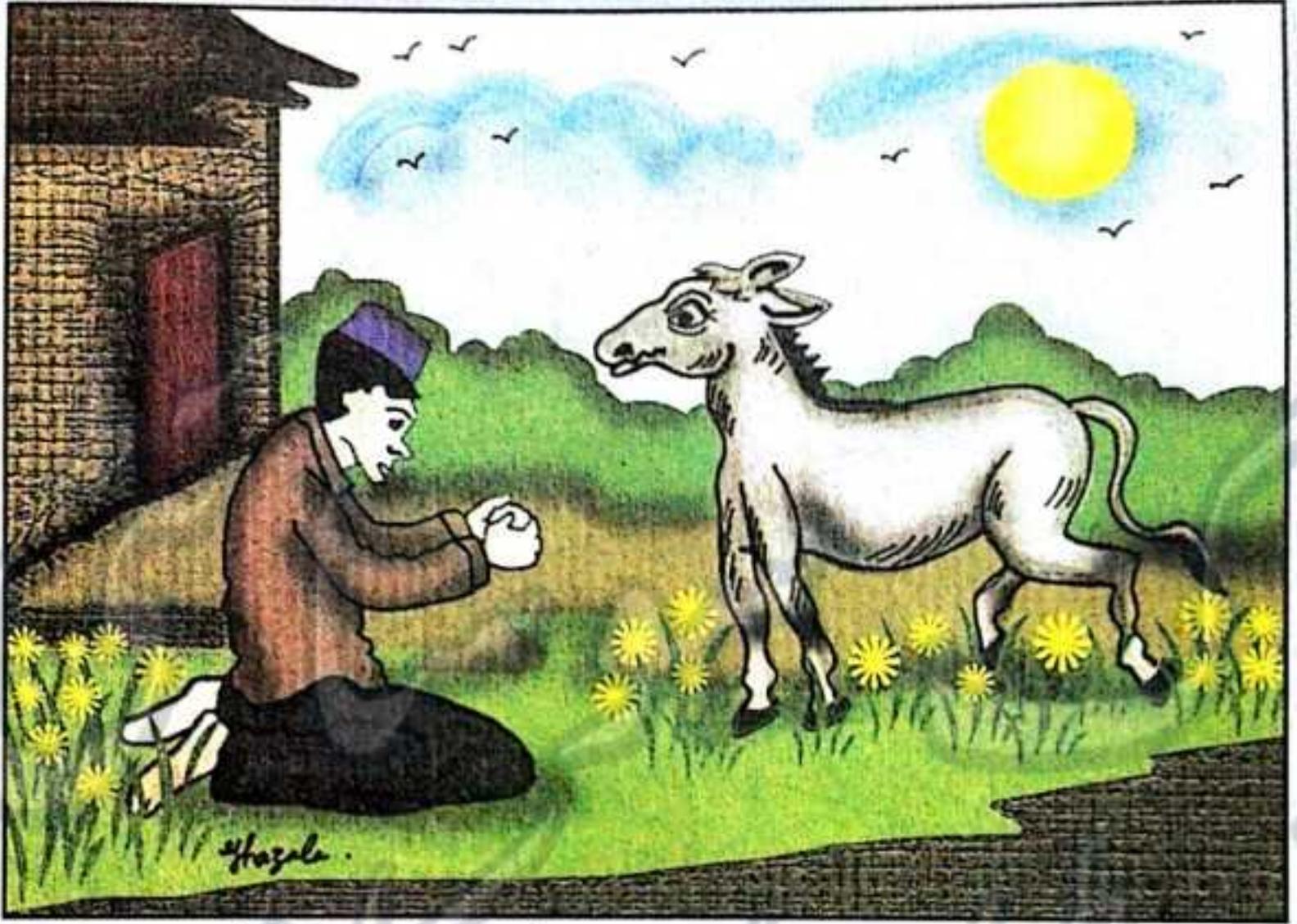
میاں بدھو کے پاس لے دے کر صرف ایک گدھا تھا اور وہ بھی نکمّا، بدمزاج اور اکھڑ قسم کا۔ جسم تو اس کا بہت بھاری بھرکم تھا، لیکن مزاج بہت نازک تھا۔ ذرا سی بات مرضی کے خلاف ہو جاتی تو غصے سے منھ پھُلا لیتا اور گھر سے بھاگ جانے کی دھمکیوں پر اُتر آتا۔ بدھو میاں بدھو ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد شریف بھی تھے۔ وہ گدھے کی بدتمیزیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے اور محبت سے کہا کرتے: ''اے خرمست! میں تمھاری سب بدتمیزیاں برداشت کرسکتا ہوں، لیکن خدا کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جانا۔ تم ہی تو دنیا میں میرے اکلوتے دوست ہو، جس سے میں اپنا جی بہلاتا ہوں۔
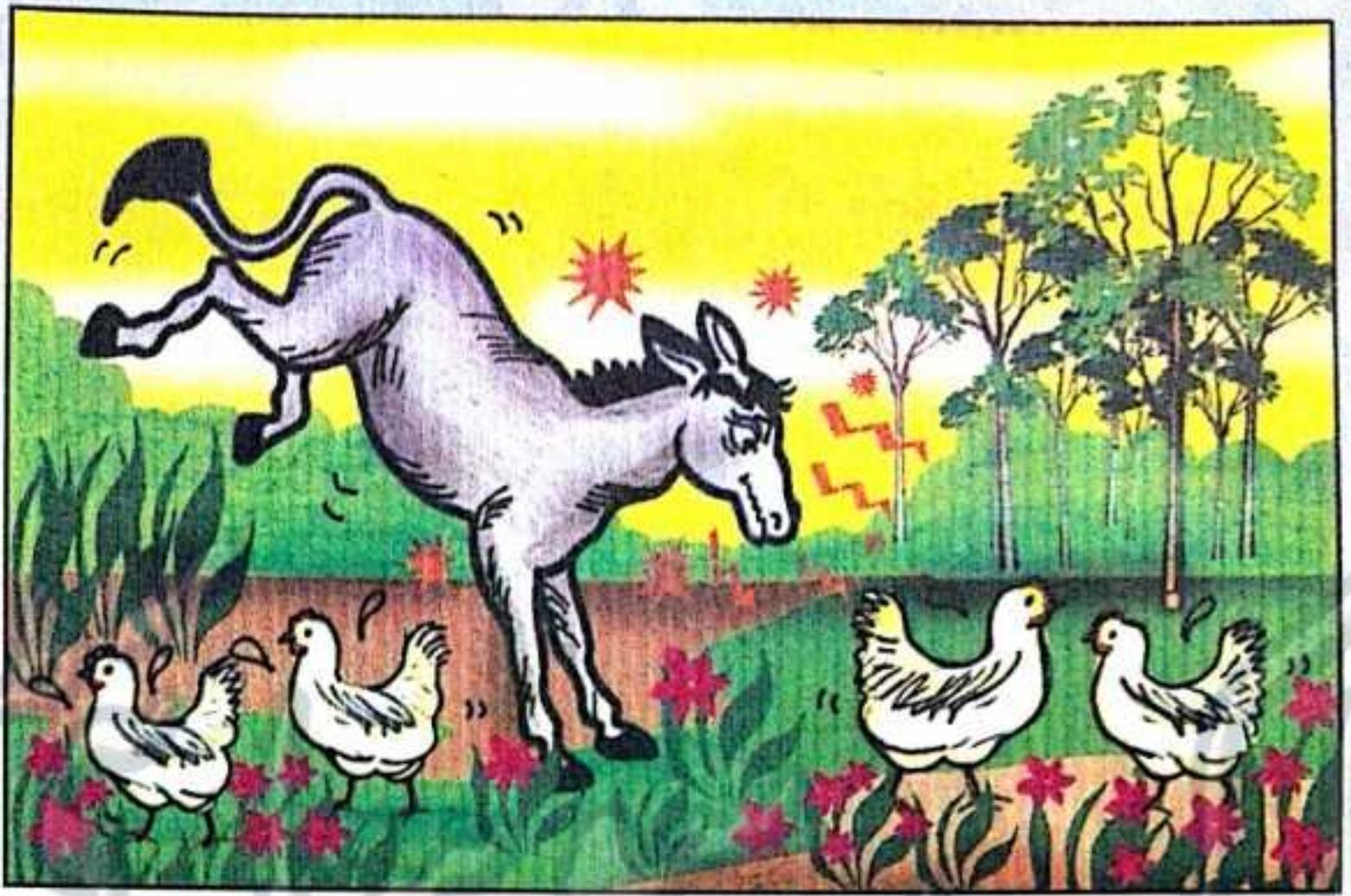
اگر خدانخواستہ تم واقعی چلے گئے تو میں صدمے سے پاگل ہو جاؤں گا۔''

اور خرمست اپنی اہمیت پر ناز کرتے ہوئے خرمستیوں پر اُتر آتا اور وہ اتنی اُچھل پھاند، ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا کہ دو تین میل دور تک کے لوگوں کو خبر ہو جاتی، لیکن مستی اُترتے ہی خرمست کا موڈ پھر خراب ہو جاتا اور منھ بنائے تیوریاں چڑھائے دولتیاں جھاڑنے لگتا۔

ایک دفعہ میاں بدھو ایک کُتا لے آئے تو خرمست نے اتنا ہنگامہ کیا کہ اگلے ہی دن بدھو میاں نے کُتے کو رخصت کر دیا۔ خرمست نے دھمکی دی: ''اگر اب کے اس گھر میں کُتا لائے تو میں ایک منٹ یہاں نہیں ٹھیروں گا، کیوں کہ کُتا رات رات بھر بھونک کر میری نیند خراب کر دیتا ہے اور اگلے دن مجھ سے بالکل کام نہیں ہو سکتا۔ اب یا تو تم کُتا پال لو یا مجھے گھر میں رکھ لو۔''

آخر مجبوراً بدھو میاں کو اپنے گدھے کی بات پر عمل کرنا پڑا۔

ایک دفعہ بدھو میاں اپنے گھر مرغیاں لے آئے، کیوں کہ بدھو میاں کو انڈے کھانے کا بہت شوق تھا۔ خرمست غصے میں چلّانے لگا: ''بدھو! یہ گھر ہے یا کباڑ خانہ؟ ہر کسی کو تم یہاں اُٹھا لاتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس بے ہودہ مخلوق کو تم فوراً گھر سے نکال دو، ورنہ میں گھر سے چلا جاؤں گا۔''

بدھو میاں خرمست کا سر تھپتھپا کر بولے: ''تم بالکل فکر نہ کرو خرمست! کل ہی ان مرغیوں کو بیچ دوں گا۔''

بدھو میاں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ دراصل اسے خرمست سے اتنا پیار تھا کہ وہ خرمست کی ہر فرمائش پوری کر دیتا تھا۔

ایک دن بدھو میاں نے کھیت سے آلو نکالے اور خرمست سے کہا: ''کل میں انھیں مارکیٹ میں لے جا کر بیچنا چاہتا ہوں۔''

خرمست کا غصے سے بُرا حال ہو گیا۔ وہ بڑی بڑی آنکھیں نکال کر بولا: ''تم نے مجھے گدھا بنا رکھا ہے۔ اس گرمی میں یہ ڈھیروں آلو لے جانے سے مجھے تو لُو لگ جائے گی۔ شاید تمھیں پتا نہیں کہ میں بہت ہی نازک مزاج واقع ہوا ہوں۔''

بدھو میاں جلدی سے بولے: ''ہائے ہائے، لُو لگے تمھارے دشمنوں کو۔ کیسی باتیں کرتے ہو تم۔''

خرمست اکڑ کر بولا: ''ہاں تو پھر میں ہرگز یہ آلو مارکیٹ نہیں لے جاؤں گا۔ اگر تم نے مجبور کیا تو پھر میں یہاں ہرگز ہرگز نہیں رہوں گا۔''

بدھو میاں کو ایک ترکیب سوجھی، وہ بولے: ''خرمست! میں تمھیں ایک ہیٹ لا دوں گا، پھر تمھیں بالکل لُو نہیں لگے گی اور ہاں، کل تو یہ آلو ہر قیمت پر شہر میں فروخت

کرنے ہیں، کیوں کہ......''

خرمست بولا: ''کیا؟ کیا کہا تم نے، ہیٹ لادو گے مجھے؟ کیا بالکل گدھا سمجھ رکھا ہے مجھے؟ آج تک کسی جانور نے ہیٹ پہنا ہے بھلا؟ ہونہہ! تمھیں جو بات سوجھتی ہے، ایسی ہی سوجھتی ہے۔''

لیکن بدھو میاں کو خرمست کی اتنی فکر تھی کہ ہیٹ خرید ہی لائے۔ یہ تنکوں کا بنا ہوا ہیٹ تھا، جس میں کانوں کے لیے دو سوراخ تھے۔ آگے کی طرف ایک گلابی ربن اور پیچھے کی طرف سرخ رنگ کا رومال گردن پوشی کے لیے تھا۔ بدھو میاں نے ہیٹ گدھے کے سر پر رکھا اور اسے ربن سے باندھ دیا، لیکن ناشکرا خرمست جھنجھلا کر بولا: ''یہ کیا جنجال خرید لائے تم؟ اسے پہن کر میں بالکل بے وقوف، احمق اور گدھا دکھائی دے رہا ہوں۔ تم اسے خود اُتار دو، ورنہ......''

اب پہلی دفعہ بدھو میاں نے سختی سے کہا: ''ورنہ کیا کر لو گے تم؟''

گدھا چیخ کر بولا: ''میں گھر سے بھاگ جاؤں گا۔ میں ہرگز تمھارے ساتھ نہیں ٹھیروں گا۔''

بدھو میاں کوئی بات سنے بغیر مڑے اور اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔ ان کا خیال تھا کہ گدھا آخر گدھا ہے۔ ذرا دیر بعد جب غصہ اُترے گا تو خود بخود ہیٹ پہننے پر رضا مند ہو جائے گا، لیکن ہوا یہ کہ اگلے دن جب بدھو میاں اصطبل میں گئے تو دیکھا کہ وہ خالی پڑا ہے۔ گدھا راتوں رات کسی طرف کو فرار ہو چکا تھا۔ بدھو میاں کی نظروں میں دنیا اندھیر ہو گئی۔ خرمست کی دس سال کی دوستی کی یاد انھیں بار بار آ کر ستاتی اور وہ گدھے کی یاد میں گھنٹوں روتے۔ بدھو میاں نے سوچا کہ گدھا مجھے چھوڑ گیا، لیکن میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔

میں خرمست کو جنگل جنگل اور گاؤں گاؤں تلاش کروں گا۔ قسمت نے ساتھ دیا تو میرا خرمست ضرور مجھے مل جائے گا۔ پھر میں اس کی سب شکایتیں دور کر دوں گا۔

''بھیا گوبو! تم نے میرا خرمست کہیں دیکھا ہے؟ وہ کل رات گھر سے بھاگ گیا۔'' بدھو میاں نے اپنے ہمسایے سے کہا۔

گوبو خوش ہو کر بولا: ''خدا کا شکر ادا کرو کہ تمھاری جان اس عذاب سے چھوٹی۔''

بدھو منھ بِسُور کر بولا: ''لیکن اس کے بغیر میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ سُونا سُونا گھر مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔''

گوبو نے کہا: ''دیکھو، میرے پاس تین مرغیاں ہیں۔ یہ تینوں تمھیں دے رہا ہوں۔ تم ان سے جی بہلانا اور اس کے انڈے بھی کھانا۔ اب خرمست بھی نہیں ہے کہ اس کی ناز برداری کی وجہ سے خلل پڑے۔''

''اس عنایت کے لیے آپ کا بے حد شکریہ۔'' میاں بدھو خوش ہو کر بولا۔ پھر وہ مرغیاں اپنے گھر لے گیا اور انھیں دڑبے میں بند کر دیا۔ اب بدھو اپنے دوست ترابی کے پاس گیا۔

''بھیا ترابی! تم نے میرا خرمست کہیں دیکھا ہے؟ وہ گھر والوں سے خفا ہو کر بھاگ گیا ہے۔''

ترابی خوش ہو کر بولا: ''چلو پاپ کٹا۔ میں نے زندگی بھر ایسا بدتمیز گدھا نہیں دیکھا، یعنی بالکل وہ مثل کہ شکل گدھوں کی، دماغ پریوں جیسے۔ ہاہاہا۔'' ترابی قہقہہ مار کر ہنسنے لگا۔

بدھو منھ بسور کر بولا: ''تم ہنستے ہو اور میں خرمست کے غم میں آٹھ آٹھ آنسو رو رہا

ہوں۔ خدا کے لیے میری کچھ مدد کرو۔''

اب ترابی کو بھی اپنے دوست بدھو پر ترس آیا۔ وہ بولا: ''بدھو! تم میرا کُتا لے جاؤ۔ یہ تمھارے سب غم بھلا دے گا۔ تم اس کے کان کھانا، یہ تمھارا دماغ چاٹے گا۔''

بدھو میاں کو کُتا بے حد پسند آیا۔ وہ اسے بھی گھر لے گیا اور اس کا نام بھونپور رکھا۔ کُتے کو یہ نام اتنا پسند آیا کہ وہ گھنٹہ بھر بھونک کر شکریہ ادا کرتا رہا۔

کچھ دن کے بعد بدھو میاں کے دل میں پھر خرمست کی یاد چٹکیاں لینے لگی۔ اب بدھو میاں نے اگلے گاؤں میں گلی گلی چھانی، گھر گھر دستک دی۔ آخر میں اس نے اپنے دوست ٹی ٹی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ٹی ٹی صاحب نے دروازہ کھولا۔ بدھو میاں دوست سے لپٹ گئے اور افسردہ لہجے میں بولے: ''کیا تم نے میرے خرمست کو دیکھا ہے؟ وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔''

ٹی ٹی صاحب نے کہا: ''لعنت بھیجو ایسے طوطا چشم گدھے پر۔ اس کا دفع ہو جانا ہی بہتر ہے۔ ویسے بھی کیا فرق پڑتا ہے اس کے نہ ہونے سے۔''

بدھو نے آہ بھر کر کہا: ''بس یہ نہ پوچھو، خرمست کے بغیر میں کوڑی کا بھی نہیں، وہی تو میرا سب کچھ تھا۔ اس کے بغیر اب نہ دن کا چین ہے نہ رات کا آرام۔ میں اسے اپنا دکھ درد سنا کر جی ہلکا کر لیتا تھا۔ اب دل میں لاوا سا کھولتا رہتا ہے اور میں کسی کو دل کا حال نہیں سنا سکتا۔''

ٹی ٹی اپنے دوست کا حال دیکھ کر رنجیدہ ہوا اور بولا: ''دوست! تم کوئی فکر مت کرو۔ تمھارا گدھا ضرور تمھیں مل جائے گا۔ ابھی تم میری بلی لے جاؤ۔ اس سے اپنا جی بہلاؤ اور اس کو اپنے دل کا حال سناؤ۔ یہ خرمست کی طرح تمھیں چھوڑ کر نہیں جائے گی۔''

بدھو میاں نے بلی بغل میں دبائی اور اپنے چچا کے ہاں پہنچا اور بولا: ''چچا جان! میرا خرمست بھاگ گیا ہے۔''

چچا بولے: ''خدا کا شکر ادا کرو برخوردار! اس نے تم پر بہت کرم فرمایا۔ اب تم اس خوشی میں ایک دعوت دے ڈالو۔''

بدھو میاں کی آواز بھرّا گئی۔ وہ بولا: ''چچا جان! میں اس کے بغیر بالکل اکیلا اکیلا محسوس کررہا ہوں۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ اگر سب کی محبت نہ ہوتی تو میں خودکشی کرلیتا۔''

چچا جان گھبرا کر بولے: ''نہ نہ برخوردار! یہ حرکت نہ کرنا، ورنہ عمر بھر پچھتاؤ گے۔''

بدھو رو کر بولا: ''لوگ گھروں سے جھانک کر مجھے یوں دیکھتے ہیں کہ جیسے میں بھی کوئی بڑا سا گدھا ہوں۔''

چچا نے کہا: ''اس کا حل تو یہ ہے تم میرا ٹٹو لے جاؤ۔ اس پر مَنوں بوجھ لاد دو گے تب بھی منھ سے نہ بولے گا۔ بولو منظور ہے؟''

بدھو سر ہلا کر بولا: ''چچا جان! وہ ٹٹو بالکل مریل سا ہے۔ اگر ذرا تیز ہوا چلے تو اُڑ کر میلوں دور جا گرے گا۔ ایسے ٹٹو کا کیا کرنا، جس کو ہانکنے کے لیے اس کے آگے ہاتھی جوتنا پڑے۔''

اتنے میں ٹٹو بھی اِدھر آنکلا۔ شاید اسے بدھو میاں کی بات ناگوار گزری۔ اس نے بہت تحمل اور بردباری سے بدھو کی بات سنی۔ اس نے اپنا منھ بدھو کے بازو سے رگڑنا شروع کیا اور نظریں بچا کر اس کی آستین چبا ڈالی۔

بدھو میاں نے ٹٹو کو اصطبل میں خرمست کی جگہ باندھ دیا۔ بلی کو دیوار گیر آتش دان میں بٹھا دیا۔ کُتے کو دروازے کے پاس کھڑا کر دیا۔ اب بدھو میاں اپنے نئے ساتھیوں

کے ساتھ خوش خوش رہنے لگے۔ ٹٹو روزانہ بدھومیاں کا سامان مارکیٹ لے جاتا۔ کبھی اس نے کسی قسم کی شکایت نہ کی۔ کتا ہر روز اصطبل کی نگرانی کرتا۔ بلی دن بھر بدھومیاں کے ساتھ کھیلتی۔ رات کو دیوار میں بنے خالی آتش دان میں پڑی رہتی۔

ایک دن بدھومیاں اور اس کے ساتھی سو رہے تھے۔ اس کا گدھا خرمست واپس آیا۔ وہ بدھو سے بھاگ کر دوسرے آقا کے پاس پہنچا تھا اور وہاں بھی اس نے نافرمانی اور گستاخی دکھائی تھی۔ دوسرا آقا بدھومیاں کی طرح شریف اور نیک دل نہیں تھا۔ اس نے خرمست کا مار مار کر کچومر نکال دیا۔ اب اسے افسوس تھا کہ اس نے خواہ مخواہ بدھومیاں کو چھوڑا۔ اسے یقین تھا کہ بدھومیاں اس کے بغیر بے حد رنجیدہ ہوں گے اور اب اس کو دیکھ کر بے حد خوش ہو جائیں گے۔

جوں ہی وہ اصطبل میں داخل ہونے لگا کسی نے اس کی ٹانگ منھ میں دبا ڈالی:
ڈا......ڈا......ڈھچ ......ڈھینچوں۔''

خرمست بدحواس ہو کر چلایا۔ اب وہ اصطبل میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کوئی اس کی جگہ کھڑا ہے۔ پھر اچانک ہی کسی نے اس کے منھ پر دولتی اس زور سے ماری کہ اس کے دانت ہل گئے۔ اِدھر میاؤں میاؤں کی خوف ناک آواز کے ساتھ بلی اس کے سر پر کودی اور پنجے مار مار کر اس کا منھ لہولہان کر دیا۔

بے چارہ خرمست بدحواس ہو کر بھاگا اور بدھومیاں کے کمرے میں جا گھسا۔ وہاں مرغیوں نے شور مچایا، کٹ کٹ کٹاک، کٹ کٹ کٹاک!''

یہ خطرے کا سگنل سن کر بدھومیاں کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھا۔ گدھے کو اپنے کمرے میں دیکھ کر سخت ناراض ہوا۔ خرمست نے غصے سے کہا: ''بدھو! یہ تم نے کیا

فضول فضول سے جانور پال لیے۔ تم ان سب کو باہر کرو۔ میں تمھاری تنہائی پر ترس کھا کر واپس آ گیا۔ اب تمھیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو گی۔''

بدھو نے غصے سے چیخ کر کہا: ''بے وقوف، بدتمیز گدھے! میں نے ہمیشہ تیری ناز برداری کی، لیکن تُو ہمیشہ ناشکرا رہا اور اب بھی ادب تمیز سے مخاطب ہونے کے بجائے غصے اور دھونس سے کام لے رہا ہے۔ دفع ہو جا یہاں سے اور اب کبھی اپنی بے ہودہ شکل مجھے نہ دکھانا۔ رہا میری تنہائی کا سوال تو اب مجھے ایسے فرماں بردار ساتھی مل گئے ہیں جن کے ساتھ رہ کر میں بے حد خوش ہوں۔ اب تم یہاں سے فوراً نکل جاؤ۔ یاد رکھو، کسی کے آرام میں خلل ڈالنے کا تمھیں کوئی حق نہیں۔ اگر تمھیں مجھ سے کچھ کہنا ہے تو صبح آؤ۔''

خرمست دُم دبا کر بھاگا۔ اسے دوبارہ اصطبل میں جانے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس لیے وہ رات بھر گیلی گھاس پر کھڑا رہا۔ صبح سویرے وہ پھر بدھو میاں کے پاس پہنچا۔ اب خرمست کو ہوش آ گیا تھا۔ اس نے سب سے پہلے بدھو سے اپنے قصور کی معافی مانگی۔ بدھو میاں نے گدھے کو رکھنا منظور تو کر لیا، لیکن اسے یہ بھی بتا دیا کہ اب وہ پہلے جیسا عیش و آرام نہیں ملے گا۔

خرمست اب خوب محنت مشقت کرتا ہے۔ اس پر بھی بلّی اسے دیکھ کر غُرّاتی ہے، کُتا بھونکتا ہے، مرغیاں ٹھونگیں مارتی ہیں۔ ٹٹو کے تیور بھی اچھے نہیں۔ وہ ہمیشہ دولتی جھاڑنے کے لیے بے تاب نظر آتا ہے، لیکن اب خرمست کو سبق مل گیا ہے۔ وہ کسی سے شکایت نہیں کرتا۔ اب وہ فرماں بردار بھی بن گیا ہے اور ذرا سی بات پر غصے سے بے قابو نہیں ہو جاتا۔

دوستو! میں سمجھتا ہوں کہ وہ دن مبارک تھا جب خرمست گھر سے بھاگا تھا، کیوں کہ اسی وجہ سے وہ نیک بھی بن گیا ہے، ورنہ تم جانو خرمست ہمیشہ خرمست ہی رہتا۔ ☆

اشتیاق احمد - نونہالوں کے مقبول ادیب

حمیرا سید

گزشتہ دنوں بچوں کے ایک پسندیدہ قلم کار جناب اشتیاق احمد، جو کتاب میلے میں شرکت کے لیے کراچی آئے ہوئے تھے۔ شرکت کے بعد انھیں کراچی سے واپس اپنے شہر جھنگ پہنچنا تھا۔ ۱۷۔ نومبر ۲۰۱۵ء (منگل) کو ائر پورٹ پر وہ پرواز کے انتظار میں تھے کہ اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی اور ڈاکٹر کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ دنیا چھوڑ گئے۔

جدید ٹیکنالوجی کے اس دور میں بچے درسی کتب کے علاوہ دیگر کتابیں کم ہی پڑھتے ہیں۔ اس کے باوجود بچوں کو اشتیاق احمد کے ناولوں اور کہانیوں کا انتظار رہتا تھا۔ ان کی تحریر کی ایک خوبی یہ تھی کہ شروع میں ہی وہ پڑھنے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتے تھے۔ ان کی تحریر میں تجسس آخر تک برقرار رہتا تھا۔

ہم نے اکتوبر ۲۰۱۰ء کے شمارے میں اشتیاق احمد صاحب کا انٹرویو شائع کیا تھا۔ ان کی یاد میں اب ہم وہ انٹرویو دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

اشتیاق احمد محنتی، نرم مزاج، ہمدرد اور سادگی پسند انسان ہیں۔ ان کا پہلا جاسوسی ناول ''پیکٹ کا راز'' کے نام سے شائع ہوا۔ دوسرا ناول ''غار کا سمندر'' تھا۔ اس کے بعد انھوں نے بے شمار کہانیاں اور ناول لکھے۔ وہ اردو کے ایک منفرد اور مقبول ناول نگار ہیں۔ اشتیاق احمد کا نام اور کام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اشتیاق احمد، عبداللہ فارانی کے نام سے بھی لکھتے رہے۔ جاسوسی ناولوں کے علاوہ وہ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ وہ نہ صرف بڑوں بلکہ بچوں کے لیے بھی بے شمار جاسوسی کہانیاں لکھ چکے ہیں۔ اشتیاق احمد کی ہر کہانی،

ہر ناول کے آخر میں بچوں کے لیے ایک نیا سبق ہوتا ہے، جو بچوں میں ایک نیا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ وہ اپنے قلم سے علم وادب کی شمع روشن کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔

اشتیاق احمد کی کہانیوں کے بارے میں پاکستان کے مشہور و مقبول رسالے ہمدرد نونہال کے مدیرِ اعلا اور مشہور ادیب جناب مسعود احمد برکاتی کہتے ہیں: ''نونہالوں کے مقبول ترین ناول نگار اور کہانی نویس کی حیثیت سے کسی ایک کا نام لینا ہو تو تلاش میں کوئی دِقت نہیں ہوگی، اشتیاق احمد کا نام خود بخود ذہن میں آجائے گا۔ اشتیاق احمد کے ناول بچوں میں اتنے شوق سے پڑھے جاتے ہیں کہ بعض وقت تو مجھے حیرت ہونے لگتی ہے۔''

جب ہم اشتیاق احمد صاحب کے دفتر پہنچے تو دیکھا کہ وہ خطوں اور کہانیوں سے سجی میز کے قریب کرسی پر سفید قمیص شلوار پہنے، سانولی رنگت، چہرے پر داڑھی، آنکھوں پر نظر کا چشمہ لگائے ہوئے خطوط پڑھنے میں مصروف تھے۔ ہم نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے نہ صرف ہمارے سلام کا جواب دیا، بلکہ کرسی سے اُٹھ کر خوش مزاجی سے بیٹھنے کو بھی کہا۔ میز پر رکھے ہوئے خطوں کے ڈھیر کو ایک طرف کرتے ہوئے، مسکراتے ہوئے بولے: ''جی، شروع کیجیے۔''

☆ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

اشتیاق احمد: میں ۶ - مارچ ۱۹۴۴ء کو پانی پت (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوا۔ والد صاحب غریب گھرانے کے فرد تھے۔

☆ آپ کا تعلیمی سفر کیسے گزرا؟

اشتیاق احمد: پاکستان بننے کے بعد ہمارا خاندان جھنگ میں آباد ہو گیا۔ جھنگ سے ہی میں نے میٹرک کیا۔

☆ آپ کی سب سے پہلی کہانی کون سی ہے، وہ کہاں چھپی تھی؟

اشتیاق احمد: پہلی کہانی کا نام ''بڑا قد'' تھا، جو ''قندیل'' میں ۱۹۵۹ء میں چھپی۔

☆ آپ کچھ عرصے رسالہ ''جگنو'' کے مدیر بھی رہے۔ پھر خود اپنا رسالہ ''چاند ستارے'' بھی نکالا۔ اس بارے میں کچھ بتائیے؟

اشتیاق احمد: بچوں کا رسالہ نکالنا بہت مشکل کام ہے۔

☆ کہانی لکھنے کا شوق کیسے ہوا؟

اشتیاق احمد: جب میں میٹرک میں تھا تو اپنے ایک دوست سلامت اللہ کو ایک خط لکھا تھا۔ ان کی ہمشیرہ نے وہ خط پڑھا تو انھوں نے کہا: ''تم لکھا کرو۔''

☆ آپ کو اپنی کون سی کہانی زیادہ پسند ہے اور کیوں؟

اشتیاق احمد: پسند تو دوسروں کی ہوتی ہے۔

☆ زندگی میں کتاب اور کمپیوٹر کی کیا اہمیت ہے؟

اشتیاق احمد: دونوں اہم ہیں۔

☆ آپ نے اب تک کتنے ناول لکھے ہیں؟

اشتیاق احمد: تقریباً آٹھ سو۔

☆ آپ کی پسندیدہ شخصیت؟

اشتیاق احمد: موجودہ دور میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں۔

☆ پسندیدہ جگہ اور پسندیدہ موسم؟

اشتیاق احمد: جگہ مسجد اور موسم بہار۔

☆ آپ کا پسندیدہ رنگ اور لباس؟

اشتیاق احمد: رنگ سفید اور لباس قمیص شلوار۔

☆ آپ خوش کب ہوتے ہیں؟

اشتیاق احمد: جب عالمِ اسلام کو کوئی کام یابی ملتی ہے۔

☆ آپ ہفتہ وار تعطیل کس طرح مناتے ہیں؟

اشتیاق احمد: میں تعطیل مناتا ہی نہیں۔ عید کے روز بھی کام کرتا ہوں۔

☆ اپنے کسی استاد کی کوئی بات جو اب تک یاد ہو؟

اشتیاق احمد: اردو کے استاد نے کہا تھا، آپ کی اردو اچھی ہے...... محنت کریں۔

☆ بچپن میں شرارت کرتے ہوئے کبھی والدہ نے پٹائی کی؟

اشتیاق احمد: جی نہیں، والدین بالکل نہیں مارتے تھے۔

☆ اچھا یہ بتایئے، بچپن کی کوئی شرارت جو اب تک آپ کے حافظے میں محفوظ ہو؟

اشتیاق احمد: شرارتیں تو بہت کیں۔ ایک مرتبہ مصنوعی بیمار بن کر ڈاکٹر کو پریشان کیا تھا...... بعد میں خوب ڈانٹ پڑی۔

☆ بچپن میں کون سا کھیل شوق سے کھیلتے تھے؟

اشتیاق احمد: کبڈی۔

☆ پسندیدہ مشروب؟

اشتیاق احمد: چائے۔

☆ اپنے خاندان کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟

اشتیاق احمد: میرے آٹھ بچے ہیں۔ پانچ بیٹے، تین بیٹیاں۔ دو بیٹیوں اور دو بیٹوں کی شادی

کر چکا ہوں۔ دو بڑے بیٹے ہومیو ڈاکٹر ہیں۔ ایک بیٹا کمپیوٹر پرنٹر مکینک ہے۔ ایک بیٹا کمپوزنگ کرتا ہے۔ چھوٹے بیٹے کی ایک دکان ہے۔ ہم سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔

☆ گھر والے آپ کو کیا بنانا چاہتے تھے؟

اشتیاق احمد: ملازمت کروانا چاہتے تھے اور شروع میں، میں نے ملازمتیں بھی کیں۔

☆ زندگی کا یادگار دن؟

اشتیاق احمد: جب پہلی بار حج کے لیے گیا اور خانۂ کعبہ پر نظر ڈالی، پھر مسجد نبویؐ میں روضۂ مبارک پر نظر پڑی۔

☆ اشتیاق احمد اور عبداللہ فارانی میں فرق؟

اشتیاق احمد: ایک قالب، ایک جان ہیں۔

☆ ''دو باتیں'' لکھنے کا خیال کیسے آیا؟

اشتیاق احمد: اپنے ناول خود شائع کرنا شروع کیے تو پیش لفظ کے لیے دو باتیں عنوان بھلا لگا۔

☆ پہلا روزہ کس عمر میں رکھا تھا؟

اشتیاق احمد: ۱۰ سال کی عمر میں۔

☆ آپ کے خاندان میں کوئی اور بھی لکھنے لکھانے سے دل چسپی رکھتا ہے؟

اشتیاق احمد: ایک بیٹی مضامین اور کہانیاں لکھتی ہیں۔ ایک بیٹا بھی، لیکن بہت کم۔

☆ ڈائری لکھتے ہیں؟

اشتیاق احمد: جی ہاں ...... یعنی ضروری بات نوٹ کر لینے کی حد تک۔

☆ آخر میں اشتیاق احمد صاحب! آپ نونہالوں کو کوئی پیغام عنایت فرمایئے؟

اشتیاق احمد: ہر کام میں اخلاص اہم ہے۔ ☆

بیت بازی

میرے مالک نے میرے حق میں یہ احسان کیا
خاکِ ناچیز تھا میں ، سو مجھے انسان کیا

شاعر: میر تقی میر پسند: ارمان شیخ، حیدرآباد

نہ کوئی الزام، نہ کوئی طنز، نہ کوئی رسوائی میر
دن بہت ہو گئے یاروں نے کوئی عنایت نہیں کی

شاعر: خواجہ میر درد پسند: کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

جہاں سنسان اب جنگل ہے اور ہے شہر خاموشاں
کبھی کیا کرتے تھے ہنگامے یہاں اور شور شر یاں تھے

شاعر: بہادر شاہ ظفر پسند: سسی تگی، پسنی مکران

وہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

شاعر: علامہ اقبال پسند: بی بی میرہ بتول اللہ بخش، جگہ نامعلوم

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں میں

شاعر: جگر مراد آبادی پسند: ارشد منیر، اسلام آباد

کس قدر قحطِ وفا ہے مری دنیا میں ندیم
جو ذرا ہنس کے ملے ، اس کو مسیحا سمجھوں

شاعر: احمد ندیم قاسمی پسند: آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو

کونین کی چیزوں میں مجھے کچھ نہیں بھاتا
جس دن سے مرے سر میں ہے سودائے مدینہ

شاعر: سالک رام گرداری پسند: وقاص رفیق، نارتھ کراچی

وہ چمن جسے ہم نے خونِ دل سے سینچا تھا
اس پہ حق جتاتی ہیں آج بجلیاں اپنا

شاعر: حبیب جالب پسند: سہیل اختر، سکھر

بڑے سلیقے ، بڑی سادگی سے کام لیا
دیا جلا کے اندھیروں سے انتقام لیا

شاعر: امل اجنبی، بھارت پسند: شائلہ ذیشان، ملیر

لفظ و معنی کی صداقت نہ بدل جائے کہیں
آج اپنوں سے مجھے بوئے وفا آئی ہے

شاعر: شاعر لکھنوی پسند: سید عبدالحق، لاہور

میں ابھی سے کس طرح ان کو بے وفا کہوں
منزلوں کی بات ہے راستے میں کیا کہوں

شاعر: نشور واحدی پسند: سلمان شکیل، فیصل آباد

جسے راہِ وفا کہتی ہے دنیا
حقیقت میں وہ کانٹوں کی ڈگر ہے

شاعر: نعیم حیدر پسند: کرم الٰہی، لاڑکانہ

مری نگاہوں کی حیرت میں ہو کی شاید
نظر کے رخ کو ذرا سال بدل کے دیکھوں گا

شاعر: ڈاکٹر قیصر عباس زیدی پسند: خرم احمد، کراچی

ہمارے واسطے کھولے گا کون دروازہ
ہم آہٹوں کی طرح ہیں نہ دستکوں کی طرح

شاعر: جاوید یوسف پسند: حسام عامر، راولپنڈی

نونہال بک کلب

کے ممبر بنیں اور اپنی ذاتی
لائبریری بنائیں

بک کلب کا ممبر بننے کے لیے بس ایک سادہ کاغذ پر اپنا نام،
پورا پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں بھیج دیں، آپ کو نونہال بک کلب کا ممبر بنالیا جائے گا
اور ممبر شپ کے کارڈ کے ساتھ کتابوں کی فہرست بھی بھیج دیں گے۔

ممبر بننے کی کوئی فیس نہیں ہے۔

ممبر شپ کارڈ کی بنیاد پر آپ نونہال ادب کی کتابوں کی خریداری پر
۲۵ فی صد رعایت حاصل کر سکتے ہیں۔

جو کتابیں منگوانی ہوں، ان کے نام، اپنا پورا صاف پتا اور ممبر شپ کارڈ نمبر لکھ کر بھیجیں اور
رجسٹری فیس کی رقم اور کتابوں کی قیمت منی آرڈر کے ذریعے سے
ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی
کے پتے پر بھیج دیں۔ آپ کے پتے پر ہم کتابیں بھیج دیں گے۔

کم سے کم ایک سو روپے کی کتابیں منگوانے پر
رجسٹری فیس ممبروں سے نہیں لی جائے گی

ان کتابوں سے لائبریری بنائیں، کتابیں خود بھی پڑھیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی پڑھوائیں۔

علم کی روشنی پھیلائیں

☆ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔۷۴۶۰۰

تین جملے

جدون ادیب

میرے انگریزی کے استاد محترم پرویز بھٹی کہتے ہیں کہ صرف تین جملوں کے درست استعمال سے زندگی کو کام یاب بنایا جاسکتا ہے اور وہ تین جملے ہیں:

''معاف کیجیے، مجھے افسوس ہے۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔''

''کوئی بات نہیں، خیر ہے۔''

پھر کلاس میں میری دوستی راجا سے ہوئی۔ ہم دونوں نویں جماعت میں تھے۔ راجا بہت ہنس مکھ اور خوش اخلاق لڑکا تھا۔ وہ مانیٹر نہ ہونے کے باوجود استاد کی کرسی کو اپنے سفید رومال سے صاف کرتا، چاک لاکر رکھتا اور تختۂ سیاہ کو صاف کر کے چمکا دیتا۔ اگر کلاس میں کسی کو مدد کی ضرورت پڑتی تو وہ سب سے پہلے اُٹھ کھڑا ہوتا۔ میں ایک بڑے صنعت کار کا اکلوتا بیٹا ہونے کے باوجود ایک عام مزدور کے بیٹے سے متاثر تھا اور اس کی دوستی اور توجہ کا محتاج رہتا تھا۔

شروع میں مجھ سے اس کا رویہ بہت محتاط تھا۔ وہ اپنی وضع اور شرافت کا بہت خیال رکھتا تھا، مگر جب اس نے دیکھا کہ میں بھی ایک سادہ انسان ہوں تو وہ میرا گہرا دوست بن گیا۔ میں نے راجا سے اچھی اچھی باتیں سیکھیں۔ اگر ان خوبیوں اور اچھائیوں کو لفظوں میں بیان کروں تو وہ ہمدردی، ایثار، بھائی چارہ، دوستی اور خلوص جیسے خوب صورت الفاظ ہوں گے۔ وہ لوگ ہمیشہ پسند کیے جاتے ہیں، جن کو سلیقے سے بولنا آتا ہے اور ان کی معلومات زیادہ ہوتی ہیں۔ وہ الفاظ کے چناؤ اور ان کے استعمال سے اچھی طرح واقف

ہوتے ہیں۔

چھٹی کا دن تھا۔ اس وقت میرے والدین گھر پر نہیں تھے۔ میں باورچی خانے میں آیا تو بوڑھے باورچی خادم بابا نے مجھے اطلاع دی کہ آج بگھارے بینگن پکے ہیں اور انتہائی کمال کا ذائقہ ہے۔

میں سبزی میں اروی اور بینگن کو سخت ناپسند کرتا ہوں اور یہ بات خادم بابا بھی جانتا ہے، مگر پھر بھی وہ مجھے میری غیر پسندیدہ سبزی کھانے پر مجبور کر رہے تھے۔ اس وقت بھی انھوں نے پلیٹ میں تھوڑا سالن ڈال کر مجھے چکھنے کے لیے دیا۔ میں نے انکار کیا تو وہ چکھنے پر زور دینے لگے۔ میں نے غصے میں زور سے ہاتھ ہلایا تو پلیٹ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کو دیوار پر لگی اور ایک ٹکڑا ان کے ماتھے پر لگا اور وہاں سے خون بہنے لگا۔

اس سے پہلے کہ میں کچھ کرتا، پیچھے کھٹکا ہوا، میں مڑا تو دروازے پر امی کو کھڑے دیکھ کر میرے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ وہ حیران نظروں سے باورچی خانے کے اندر کا ماحول دیکھ رہی تھیں۔ انھیں سخت صدمہ پہنچا تھا کہ انھوں نے مجھے اخلاقی طور پر مضبوط بنانے کے لیے شہر کے اچھے استاد مہیا کیے ہیں، دن رات مجھ پر محنت کی گئی تھی۔ امی سماجی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں اور مجھے بھی ان میں شریک کرتی تھیں کہ میں اس جذبے کو سمجھوں جو دوسروں کی مدد کر کے حاصل ہوتا ہے۔ آج میں نے ایک بزرگ ملازم سے بدتمیزی کر کے انھیں تکلیف پہنچائی۔

امی نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا کہ میں شرمندگی کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ امی نے اپنے ہاتھوں سے خادم بابا کی مرہم پٹی کی۔ وہ منع کرتے رہے، کہتے رہے کہ معمولی خراش ہے، مگر امی نے ان کی ایک نہ سنی۔ آخر میں نے خادم بابا سے معافی مانگی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے، امی نے مجھے اپنے کمرے میں جانے کا حکم دیا۔

میں سمجھ رہا تھا کہ میری سختی سے ڈانٹ ڈپٹ ہوگی۔ امی اس بات پر بہت بُرا بھلا کہیں گی، مگر انھوں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ ہاں ایک ناراضی سی ان کے رویے میں پیدا ہوگئی۔ جب اس بات کو کئی دن گزر گئے اور میں نے اپنی ماں کی شفقت اور محبت کو پہلے جیسا نہ پایا تو پریشان سا رہنے لگا۔ اس بات کو میرے دوست راجا نے محسوس کیا اور مجھ سے یہ بات اگلوالی۔ میں حیران تھا کہ تین بنیادی جملے سیکھ کر بھی میں اُس مشکل سے نہیں نکل پایا تھا اور معافی مانگنے کے باوجود یہ معاملہ ختم نہیں ہو سکا۔

اس دن میں نے راجا کا نیا روپ دیکھا۔ اس نے مجھے کسی بزرگ کی طرح سکھایا کہ الفاظ کا درست اور برملا استعمال یا اظہار کیسے کیا جاتا ہے۔ اس نے مجھے سمجھایا کہ کیسے دوسروں کے دل میں جگہ بناتے ہیں۔ کھویا ہوا اعتماد کیسے بحال کر سکتے ہیں۔ میں نے یہ

اسی دن سیکھا کہ الفاظ سے زیادہ لہجے کا اثر ہوتا ہے اور الفاظ کے استعمال کے لیے جذبات اور احساسات کا ہونا کس طرح ضروری ہے۔

اب میرے اندر ایک خاص اعتماد پیدا ہو گیا تھا۔ میں اسکول سے گھر آیا۔ کپڑے بدل کے باورچی خانے میں آیا۔ خادم بابا میرے لیے کھانا گرم کر رہے تھے۔ اس تکلیف دہ دن کے بعد خادم بابا کے رویے میں میرے لیے بیگانگی سی آ گئی تھی۔ میں ان کے قریب آیا اور انھیں مخاطب کیا: ''خادم بابا!''

وہ میری طرف مڑ کر بولے: ''جی چھوٹے صاحب! کچھ چاہیے کیا......؟''

میں نے اپنے الفاظ کو تولا اور پُر خلوص لہجے میں بولا: ''خادم بابا! مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے، آپ مصروف تو نہیں؟''

''نہیں، نہیں......'' وہ جلدی سے بولے۔

میں بالکل ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ان کے ماتھے کے زخم کی طرف اشارہ کر کے بولا: ''خادم بابا! یہ جو آپ کا زخم ہے، کچھ دنوں میں بھر جائے گا۔ اس کی تکلیف بھی کم ہو گئی ہو گی، مگر...... آپ کو دکھ دے کر، تکلیف پہنچا کر میرا دل جو زخمی ہوا ہے، اس کی تکلیف ساری زندگی رہے گی۔ آپ کا زخم بھر جائے گا، میرا زخم ہرا رہے گا۔ میں ساری زندگی ایک درد کے ساتھ گزاردوں گا۔''

میرے ان الفاظ کا ڈرامائی اثر ہوا۔ سچی بات ہے کہ میں خود بھی بہت شرمندہ تھا اور میرا لہجہ بھی میرے الفاظ کی صداقت کی گواہی دے رہا تھا۔

خادم بابا نے فوراً میرے جڑے ہوئے ہاتھ پکڑ لیے اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے: ''میرے بچے! آج مجھے کوئی تکلیف باقی نہیں رہی۔ لوگ تو ملازموں کو بہت

بُرا بھلا کہتے ہیں، آپ لوگ تو بے پناہ عزت دینے والے لوگ ہیں، مجھے کوئی گلہ نہیں۔''

میں اپنا مقصد حاصل کر کے مڑا تو کچن کے باہر امی مل گئیں۔ انھوں نے مجھے گلے لگا لیا اور میرے کان میں سرگوشی کی: ''میرے بیٹے! مجھے تم پر اور اپنی تربیت پر ناز ہے۔ آج میں تم سے بہت خوش ہوں۔''

میں بہت رویا تھا اور میں نے قسم کھائی کہ آیندہ کبھی بڑوں سے بدتمیزی نہیں کروں گا۔ معافی، کوئی بات نہیں اور شکریہ جیسے الفاظ خوب صورت تو ہیں، مگر ان کا خوب صورت استعمال ان الفاظ کو حسین تر بنا دیتا ہے۔ میں نے بات سمجھ لی تھی اور کام یاب ہو گیا تھا۔

☆☆☆

بلاعنوان انعامی کہانی

محمد ذوالقرنین خاں
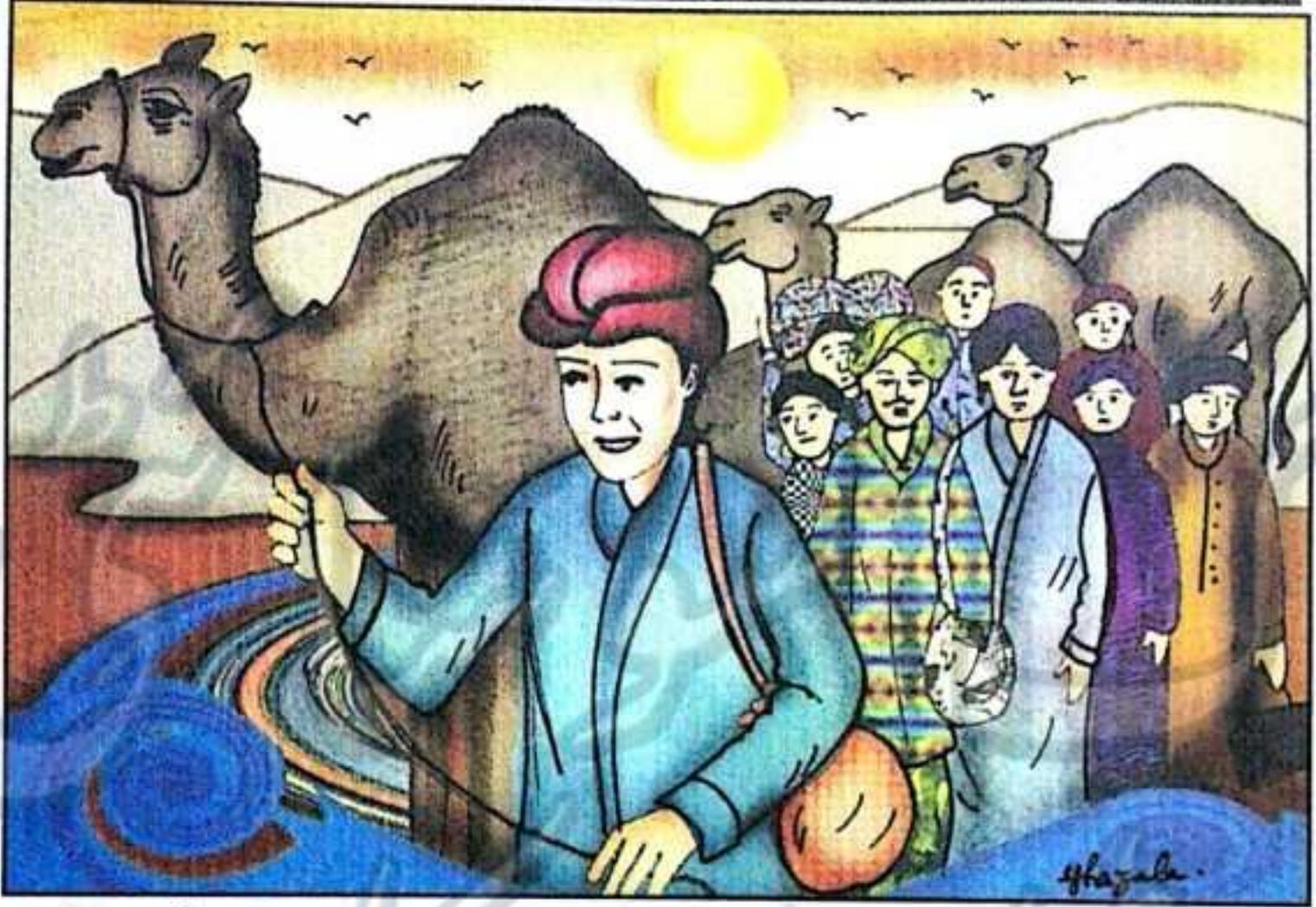
پرانے زمانے کی بات ہے، جب آج جیسی سفری سہولتیں موجود نہیں تھیں۔ لوگ دور دراز کا سفر پیدل یا بار برداری کے جانوروں کے ذریعے سے کیا کرتے تھے۔ بلوچستان کے ایک گاؤں مستونگ میں رہنے والے علی بلوچ کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس وقت یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ لوگ ملکوں ملکوں گھومتے تب جا کر یہ خزانہ ہاتھ آتا۔ عراق کا شہر ''بغداد''، علمی لحاظ سے بہت مشہور تھا۔ کچھ نیا سیکھنے کی لگن میں دنیا بھر سے طالب علم وہاں کا رُخ کرتے اور علم کے ٹھنڈے میٹھے چشموں سے سیراب ہوتے۔ علی بلوچ کے ماں باپ کو بیٹے کی اس خواہش کا علم تھا، مگر وہ اسے اتنی دور ایک انجان شہر
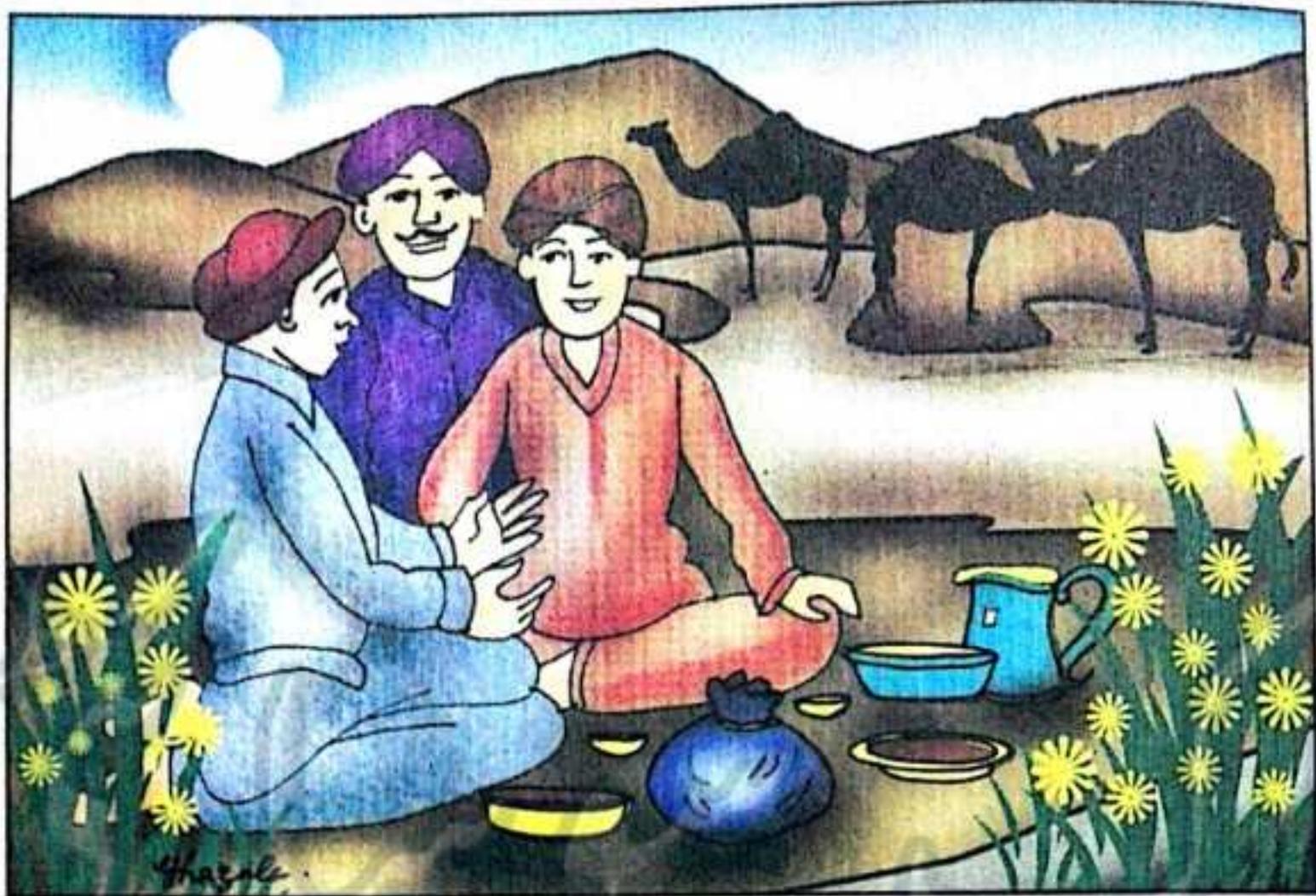
میں اکیلا بھیجنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ آج تک ان کے گاؤں کا کوئی آدمی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اتنی دور نہیں گیا تھا، جو ان تک درست معلومات پہنچاتا۔ سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے وہ اپنے لختِ جگر کو خود سے جدا نہیں کر سکتے تھے۔

علی بلوچ کی بے چینی اس وقت عروج پر پہنچ گئی جب اس نے سنا کہ مکران سے بغداد جانے والا قافلہ ان کے گاؤں کے پاس آ کر ٹھیرا ہے۔ اس نے اپنے والدین سے بہت ضد کی کہ اسے علم حاصل کرنے سے نہ روکا جائے۔ علم کے لیے اس کی تڑپ اور جذبہ دیکھ کر قافلہ روانہ ہونے سے ایک دن پہلے اسے اجازت مل گئی۔ اس کے والد نے اسے راستے میں خرچ کے لیے اشرفیوں سے بھری ایک تھیلی دی۔ قافلہ جب کوچ کرنے لگا تو اس کے والد نے اسے نصیحت کی کہ کسی بھی صورت قافلے سے جدا ہونے کا خیال

دل میں نہ لائے، جب تک وہ اپنی منزل پر نہ پہنچ جائے۔

علی بلوچ قافلے کے ساتھ یہ عزم لے کر روانہ ہوا کہ وہ علم حاصل کر کے جلد لوٹے گا اور پھر اپنے گاؤں کو علم کی اس شمع سے روشن کرے گا۔ وہ سادہ سا ایک دیہاتی لڑکا تھا۔ سفر کی تکلیفوں سے ناواقف تھا۔ وہ اپنے گاؤں کا پہلا فرد تھا، جو اتنا طویل سفر کرنے والا تھا۔ اشرفیوں سے بھری تھیلی اس نے اپنی کمر کے ساتھ باندھ رکھی تھی اور اسے چھپانے کا اس نے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ تین ٹھگوں کی نظروں میں آگیا، جو قافلے میں شامل تھے۔ ان میں سے ایک ٹھگ اس کے پاس آیا، تاکہ یہ جان سکے کہ وہ اکیلا ہے یا کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہے۔ باتوں ہی باتوں میں اس نے یہ معلوم کرلیا کہ وہ علم حاصل کرنے اکیلا بغداد جا رہا ہے۔ یہ جان کر وہ بہت خوش ہوا کہ وہ تنہا سفر کر رہا ہے۔ اس ٹھگ نے علی بلوچ کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے یہ بتایا کہ بغداد میں کئی بڑے عالم اس کے جاننے والے ہیں، جو فلسفہ، ریاضی اور منطق کے بہت بڑے اُستاد ہیں۔ وہ خود اسے ان کے مکتب میں داخل کروائے گا۔ اس طرح کی میٹھی میٹھی باتیں کر کے اس نے علی بلوچ کا اعتماد حاصل کرلیا۔ اس نے اپنے باقی دو دوستوں سے بھی اس کا تعارف کروایا۔ علی بلوچ ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آگیا۔

اب وہ تینوں ہر وقت علی بلوچ کے سامنے یہی کہتے کہ قافلہ بہت سست رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے۔ یوں تو ہم مہینوں میں بھی اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ علی بلوچ نے کبھی قافلے کے ساتھ سفر کیا ہی نہیں تھا کہ اسے معلوم ہوتا کہ قافلہ اسی طرح نظم و ضبط سے آگے بڑھتا ہے۔ ہفتوں کے سفر کے بعد علی بلوچ پر بھی اُکتاہٹ طاری ہونے لگی

تھی۔ ٹھگوں کو بھی محسوس ہو گیا کہ علی بلوچ سے بات کرنے کا یہی درست وقت ہے۔ انھیں زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی اور ایک رات وہ چپکے سے قافلے سے علاحدہ ہو گئے۔

ٹھگوں کو منصوبے کے مطابق علی بلوچ کو قافلے سے کافی دور کسی سنسان جگہ لے جا کر اس سے اشرفیوں والی تھیلی چھین کر رفو چکر ہو جانا تھا۔ وہ بے چارہ تو انھیں اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان کے ساتھ چل پڑا تھا۔ اسے بار بار اپنے والد کی نصیحت یاد آتی، مگر وہ اسے دماغ سے جھٹک دیتا۔ اسے بغداد پہنچنے کی جلدی تھی۔ چلتے چلتے شام ہو گئی۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ اچانک ایک ویران جگہ پر ان تینوں ٹھگوں نے علی بلوچ کو گھیر لیا۔ اس سے اشرفیوں کی تھیلی چھین لی اور اسے دھمکایا کہ اگر اس نے ان کا پیچھا کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کی جان بھی لے سکتے ہیں۔ اس بیابان میں وہ تنہا رہ گیا تھا، مگر وہ گھبرایا نہیں۔ بارش شروع ہو چکی تھی اور اندھیرا چھانے سے پہلے اسے کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنی تھی۔ اِدھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے اسے یہ بہتر لگا کہ قریب موجود پہاڑی کا رُخ کرے۔

اس کی یہ تدبیر بہتر ثابت ہوئی اور رات گزارنے کے لیے اسے وہاں ایک کشادہ اور صاف ستھرا غار مل گیا۔ غار آگے جا کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ایک حصہ تو سیدھا کہیں دور تک جا رہا تھا، جبکہ دوسرا حصہ دائیں طرف کچھ اندر جا کر ختم ہو گیا تھا اور یوں ایک کمرے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ یہی کمرا نما جگہ اس نے اپنے لیے منتخب کی تھی۔ وہ لیٹا ہوا تھا۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور وہ آنے والے دنوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جب اسے قدموں کی دھمک محسوس ہوئی ساتھ ہی کسی کے زور زور سے

بولنے کی آوازیں سنائی دیں تو وہ چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ یہ وہی تین ٹھگ ہیں۔ وہاں ایسی کوئی آڑ نہیں تھی کہ علی بلوچ خود کو ان کی نظروں سے چھپا سکتا۔ اس کو وہاں پا کر وہ تینوں ٹھٹک کر رک گئے۔ اپنے خیال میں انھوں نے چالاکی کی تھی اور گھوم کر اس طرف آگئے تھے۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ رات اس غار میں گزار کر وہاں سے گزرنے والے کسی دوسرے قافلے میں شامل ہو جائیں گے اور کوئی نیا شکار تلاش کریں گے۔

اس سے پہلے کہ وہ ٹھگ علی بلوچ سے کچھ کہتے، انھیں شیر کی غراہٹ سنائی دی، جو شاید بارش سے بچنے کے لیے وہاں چلا آیا تھا۔ ساتھ ہی ایسی آواز آئی جیسے شیر نے اپنے بھیگے بدن کو زور سے حرکت دے کر خود پر سے پانی جھٹکا ہو۔ وہ تینوں خاموشی سے بے آواز چلتے ہوئے آ کر علی بلوچ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔ خوف سے ان سب کا بُرا حال تھا۔ جیسے ہی علی بلوچ نے بات کرنے کے لیے منھ کھولا۔ قریب بیٹھے ٹھگ نے فوراً ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور سرگوشی میں بولا: ''کوئی آواز نہ نکالنا باہر شیر ہے۔''

علی بلوچ شیر کے متعلق صرف اتنا جانتا تھا کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہے اور بہت بہادر ہوتا ہے۔ جنگل میں موجود جانور اس سے بہت ڈرتے ہیں۔

کافی وقت انھوں نے ایسے ہی گزار دیا۔ ان کا خیال تھا کہ شیر بارش رُکتے ہی جنگل کی طرف نکل جائے گا تو وہ وہاں سے نکل بھاگیں گے۔ بارش رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ تینوں ٹھگ بُت بنے بیٹھے تھے۔ علی بلوچ لیٹا ہوا تھا۔ اگر وہ کروٹ بھی بدلتا تو تینوں ٹھگ اسے غصے سے گھورنے لگتے، پھر خوف زدہ نگاہوں سے اس جانب دیکھتے،

جہاں سے شیر اندر آ سکتا تھا۔

اسے ان تینوں کی اس حالت پر ہنسی آ رہی تھی۔ اب وہ ایک خاص رخ پر سوچ رہا تھا۔ ٹھگوں نے شیر کے خوف سے اپنی پوٹلیاں اور پانی سے بھری چھاگل وہیں اس کے قریب رکھ دی تھی۔ علی بلوچ کو یقین تھا کہ اس کی اشرفیوں سے بھری تھیلی کسی ایک پوٹلی میں موجود تھی۔ وہ اُٹھا اور جب تک ٹھگ کچھ سمجھ پاتے۔ وہ پوٹلیاں اُٹھا کر اس کمرا نما غار کے دہانے کے قریب جا بیٹھا، جہاں شیر کی سانسوں کی آواز اسے سنائی دے رہی تھی۔ ٹھگ بے بسی سے اسے دیکھتے رہ گئے۔ اگر وہ کوئی بھی حرکت کرتے تو شیر اندر آ جاتا۔ وہ جان گئے تھے کہ علی بلوچ شیر کی خونخواری سے ناواقف ہے اور یہی اس کی بے خوفی کی وجہ ہے۔ اگر انھوں نے کوئی حرکت کی تو وہ شور مچا دے گا۔ ایک پوٹلی میں اسے کھانا مل گیا اور دوسری میں اشرفیاں۔ اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اشرفیاں کمر بند سے باندھیں۔ پانی سے بھری چھاگل اُٹھائی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسے یوں کھڑا ہوتے دیکھ کر ٹھگوں کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ اس نے ٹھگوں کی طرف مسکرا کر دیکھا اور آنکھیں بند کیے، اگلے پنجوں پر سر رکھے شیر پر ایک نگاہ ڈال کر دبے قدموں مخالف سمت میں چل دیا۔ شیر واقعی بہت خوف ناک جانور تھا۔ علی بلوچ پر اس کی ہیبت طاری ہو چکی تھی، مگر وہ رکا نہیں۔

شیر کو جب ذرا سی آہٹ محسوس ہوئی۔ اس نے سر اُٹھا کر دیکھا تو کوئی غار کے اندر بیٹھا دکھائی دیا۔ شیر پہلے ہی کئی دن سے بھوکا تھا۔ وہ آہستہ سے اُٹھا اور اپنے شکار کی طرف چل دیا۔ تین ہٹے کٹے انسان اس کے سامنے تھے۔

علی بلوچ اندھیرے میں دور دکھائی دینے والی روشنی کی جانب تیزی سے چلتا جا رہا تھا۔ جب اسے اپنے پیچھے ٹھگوں کی چیخیں اور شیر کی خوف ناک دھاڑ سنائی دی تو وہ اور تیزی سے بھاگنے لگا۔

جلد ہی وہ غار سے نکل گیا۔ اب وہ کافی اونچائی پر کھڑا تھا۔ اسے دور نیچے دھواں اُٹھتا دکھائی دیا۔ گھنٹی کی آواز بھی سنائی دی۔ وہ بے اختیار سجدے میں گر گیا۔ وہاں ایک قافلہ کوچ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہاں تک وہ بہت آرام سے پہنچ سکتا تھا۔ والد کی نصیحت نہ ماننے کی بنا پر وہ مصیبت کا شکار ہو گیا تھا، مگر چوں کہ اس کا مقصد نیک تھا۔ اس لیے اللہ نے اس کی مدد کی۔

☆☆☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۷ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸-جنوری ۲۰۱۶ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

ارسلان اللہ خان، حیدر آباد
فہیم احمد، کراچی
زہرہ خالد، کراچی
عفان احمد خان، کراچی
شمسہ سعدیہ، حاصل پور
سعد علی، خان پور
شیرونیہ ثناء، حیدر آباد
عبداللطیف چاچڑ، کشمور

نعتِ رسولِ مقبولؐ

ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

عطائے ربِ جلیل ، احمدؐ
دعائے مرسل خلیلؑ ، احمدؐ
ہے حُسنِ یوسفؑ مثال اپنی
مگر سبھی سے جمیل ، احمدؐ
کیا خدا نے رسول انؐ کو
مرے خدا کی دلیل ، احمدؐ
نہیں ہے اُمت یہ بے سہارا
کہ ہیں ہمارے کفیل ، احمدؐ
عرب نے دیکھے ہیں خوب زیرک
مگر ہیں سب سے نبیل ، احمدؐ
کریں گے اُمت کی وہ شفاعت
ہیں مغفرت کی سبیل ، احمدؐ
نہیں ہے شک ارسلان اس میں
ہیں روزِ محشر وکیل ، احمدؐ

پیارا طریقہ

فہیم احمد، کراچی

اسد ایک بہت نیک لڑکا تھا۔ وہ پانچ وقت نماز ادا کرتا تھا۔ فجر کے بعد وہ گھر کے پاس ایک باغ میں ضرور جا کر بیٹھتا۔ وہ اس بات پر غمگین ہو جاتا تھا کہ اس کے بہت سارے ساتھی اس وقت اپنے بستروں پر سو رہے ہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ

سارے مسلمان صبح سویرے اُٹھا کریں، نماز فجر ادا کیا کریں۔ پورے دن کے مقابلے میں سب سے بہترین فجر کا وقت ہوتا ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھایا کریں، لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کام کو کیسے شروع کرے۔

ایک دن وہ اسی طرح نماز فجر کے بعد باغ میں بیٹھا اپنی سوچوں میں گم تھا کہ ایک بزرگ اس کے پاس آئے۔ اُن بزرگ نے اسد کو گہری سوچ میں گم دیکھا تو پوچھا: ''کیا بات ہے! تم اتنی گہری سوچ میں کیوں گُم ہو؟''

اس پر اسد نے اپنے دل کی بات ان بزرگ کو بتادی کہ آخر کس طرح ہم تمام مسلمان نماز فجر مسجد میں ادا کرنے والے بن جائیں۔ ان بزرگ نے اسد سے کہا: ''ایسا اللہ کی مدد اور نصرت سے ہوسکتا ہے۔''

اسد نے پوچھا: '' اللہ کی مدد اور نصرت ہمیں کیسے حاصل ہوگی؟''

بزرگ نے کہا: '' جب تمام مسلمان نبی کریمؐ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنے لگیں گے۔''

اسد نے پوچھا: '' نبی کریمؐ والے طریقے ہم مسلمانوں میں کیسے آئیں گے؟''

بزرگ نے بتایا: '' جس طرح دنیا کا کوئی بھی کام آدمی سیکھے بغیر نہیں کرسکتا، چاہے کوئی ڈاکٹر ہو یا انجینئر، کوئی مکینک بنا ہو یا درزی، کوئی لوہار بنا ہو یا سنار، کوئی بڑھئی بنا ہو یا کاشتکار۔ جس نے جو بھی کام سیکھا ہوگا، اسے اپنی طاقت، اپنا پیسا اور اپنا وقت لگا کر سیکھا ہوگا۔ تب کہیں جا کر وہ اس قابل ہوا ہوگا کہ اسے کچھ فائدہ، یعنی آمدنی شروع ہوئی ہوگی۔ آمدنی اسی کی زیادہ اچھی ہوگی، جو جتنا اپنے کام کو اچھے طریقے سے انجام دیتا ہو۔ مثال کے طور پر جتنا زیادہ اچھا ڈاکٹر ہوگا، اس کے پاس مریض بھی زیادہ آئیں گے۔ اسی طرح دینِ اسلام بھی سیکھنے اور سکھانے سے ہی ہمارے دلوں اور زندگیوں میں آئے

گا۔ دینِ اسلام سیکھنے اور سکھانے کا عمل ایک بہت بڑی سنت ہے۔ ہماری مسجدیں اسی سنت پر عمل کرنے سے آباد ہوں گی۔ پوری دنیا کے مسلمان جو اس وقت بُرے حالات کا شکار ہیں اسی سنت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہیں۔''

بزرگ کی بات نے اسد کی آنکھیں کھول دیں۔ اس نے عہد کیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو سمجھائے گا کہ دینِ اسلام کو سیکھنے اور سکھانے کے لیے روزانہ کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکالا کریں، تاکہ دینِ اسلام ہماری زندگیوں میں شامل ہو جائے اور اللہ پاک کا غضب نازل نہ ہو۔

پوری دنیا میں مسلمانوں کا جو بُرا حال ہے، اللہ پاک اپنی رحمت سے اسے بدل دیں۔ آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ پاک تمام مسلمانوں کو دینِ اسلام کو سیکھنے اور سکھانے والی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

گلاب کا پھول

زہرہ خالد، کراچی

میں گرمیوں کی ایک شام لان میں بیٹھی کیاری میں لگے پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔ کیاری میں ہر طرح کے پھول لگے ہوئے تھے۔ گلاب کا پھول، موتیا کا پھول، گیندے کا پھول وغیرہ، لیکن ان سب سے خوب صورت پھول گلاب کا لگ رہا تھا۔ سب سے دل کش اور خوب صورت رنگ کا مالک، تمام پھولوں کا بادشاہ۔ خوشبو ایسی جسے سونگھنے سے انسان تروتازہ ہو جائے۔ انسان کی فطرت ہے کہ اسے خوب صورتی پسند ہے۔ ویسے تو سارے ہی پھول خوب صورت ہوتے ہیں، لیکن گلاب کا پھول سب پھولوں سے زیادہ حسین ہوتا ہے۔ جس لان یا کیاری میں گلاب کا پودا نہ ہو تو وہ جگہ پھیکی پھیکی سی لگتی ہے۔ قدرت نے دنیا کی ہر چیز کو خوب صورت بنایا ہے۔ اس دنیا میں بسنے والے بچے درحقیقت پھول ہی ہیں۔ پھول کی طرح حسین اور نازک۔ کتنے ظالم

ہوتے ہیں وہ لوگ جو پھولوں کی قدر نہیں کرتے اور کتنے اچھے ہوتے ہیں وہ لوگ جو پھولوں کی قدر کرتے ہیں۔ ان سے محبت کرتے ہیں۔

دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ایسا ہو جو شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کی طرح بچوں سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہو۔ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید ایک ملنسار، ایک شریف انسان، ایک خادمِ ملت، ایک محسنِ قوم، ایک سچے محبِ وطن اور نونہالوں سے انتہائی محبت کرنے والے انسان تھے۔

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید نے بچوں کے لیے ایک رسالہ ہمدرد نونہال نکالا جو اردو میں اس وقت پاکستان کا سب سے بہترین اور مفید رسالہ ہے۔ نونہالوں کا یہ رسالہ اس وقت اپنی اشاعت کے ۶۳ سال مکمل کر چکا ہے۔ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید بھی درحقیقت ایک ''گلاب کا پھول'' تھے، جن کی خوشبو ان کے جانے کے بعد بھی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ ان کی اس خوشبو سے ہر چھوٹا بڑا متاثر نظر آتا ہے۔

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کوئی سیاست داں نہیں تھے، لیکن اس کے باوجود انھوں نے جو کام نونہالوں کے لیے کیے، وہ کام آج تک کوئی سیاست داں نہ کر سکا۔ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید نے ہمدرد پبلک اسکول کے نام سے ایک اسکول قائم کیا، جہاں ہزاروں بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ہمدرد پبلک اسکول کا ہر بچہ سورہ رحمٰن کا حافظ ہوتا ہے۔ حکیم محمد سعید نے بیت الحکمہ کے نام سے ایک کتب خانہ کراچی میں قائم کیا، جس کا شمار پاکستان کے سب سے بڑے کتب خانے میں ہوتا ہے۔ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کی شہادت کے بعد بھی آپ کا ادارہ ہمدرد فاؤنڈیشن یہ کام بڑی محنت اور خلوص کے ساتھ انجام دے رہا ہے اور نئے جذبے سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ہم سب کی دعا ہے کہ ہمدرد نونہال اسی طرح ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے۔ آمین۔

بُرائی اور اچھائی

عفان احمد خان، کراچی

میں نے ماتھے پر آنے والے پسینے کے قطرے پونچھے اور ایک لمبی سانس لے کر گھڑی پر نگاہ ڈالی، پیپر ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے سکون کا سانس لیا۔ میرے صرف چار جوابات باقی تھے۔ میں کمر سیدھی کر کے لکھنے ہی والا تھا کہ میری نظر آگے بیٹھے عبدالنافع پر پڑی۔ عبدالنافع نقل کے لیے جیب سے پرچیاں نکال رہا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سارے بچے یہی کچھ کر رہے ہیں، پھر میں نے نگراں کو دیکھا تو وہ سامنے بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ مجھے اپنی طرف دیکھتا پا کر پوچھا: ''کیا ہوا بیٹا! پیپر سمجھ نہیں آرہا کیا؟''

میں نے جھینپ کر نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کے بعد میں نے بڑی مشکل سے پیپر حل کیا۔ میرا پرچا وقت سے پہلے حل ہوگیا۔ میں نے عبدالنافع کو دیکھا، وہ ابھی تک نقل کرنے میں مصروف تھا۔ میں نے نفرت سے ہونٹ سکیڑے اور تہیہ کرلیا کہ آئندہ کبھی اس سے بات نہیں کروں گا۔ آخر نگراں نے سب سے پرچے لے لیے اور ہم باہر چلے گئے۔ میں عبدالنافع سے کترا کر نکلنا چاہ رہا تھا، لیکن اس نے مجھے پکڑلیا: ''پرچا کیسا ہوا؟ اور تم نے موقع سے فائدہ کیوں نہیں اُٹھایا؟'' اس نے میرے گلے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بے تکلفی سے پوچھا۔

میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے بات کرنے پر مجبور ہوگیا: ''صحیح ہوا اور کون سے موقع کی بات کر رہے ہو؟'' میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

وہ بولا: ''ارے نقل کا موقع۔ ویسے بائیو کا پیپر آیا بڑا مشکل تھا، کیوں!''

میں نے جواب دیا: ''مشکل تمھارے لیے ہوگا۔ میں نے تو پورا کورس یاد کیا تھا اور تمھیں منع بھی کیا تھا کہ صرف محنت کرو، مگر تم نے سنا ہی نہیں اب بھگتو۔''

''ارے کیا مطلب پورا پیپر کیا ہے وہ تو بورڈ والوں کی غلطی ہے، اتنا مشکل پرچا دیں گے تو نقل کرنا بچوں کا حق بنتا ہے۔'' عبدالنافع نے نقل پر زور دیا۔

میں نے عبدالنافع کو اگلے پرچے میں بہت سمجھایا، آخر وہ مان گیا۔ اگلا پیپر سندھی کا تھا۔ ہم اپنا پیپر حل کر رہے تھے۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد میں نے عبدالنافع کو دیکھا وہ لکھنے میں مصروف تھا۔ میں مسکرا دیا۔ پھر ان لڑکوں کو دیکھا جو نہ جانے کہاں کہاں سے پرچیاں نکال کر پرچا حل کر رہے تھے۔ میں افسوس سے سر ہلا کر رہ گیا۔

''عفان! فائدہ اپنی محنت سے لکھنے کا، مگر نمبر تو نقل کرنے والوں کے زیادہ آئیں گے۔'' عبدالنافع سینٹر سے باہر نکل کر پھٹ پڑا۔ میں نے اس کو بڑی مشکل سے سنبھالا اور سمجھا بجھا کر راضی کر لیا۔

اگلا پیپر کیمسٹری کا تھا۔ حسبِ معمول پرچا ہو رہا تھا کہ اچانک کمرے میں بورڈ ٹیم داخل ہوئی۔ ان کے ساتھ میڈیا والے بھی تھے۔ ہم دونوں کے علاوہ تمام بچوں سے پرچے لے لیے گئے۔ بچوں کو نقل کرتے براہِ راست دکھایا گیا۔ پھر میڈیا والے ہماری طرف آئے اور بولے: ''ناظرین! یہ دو بچے اپنی محنت سے پرچا حل کر رہے ہیں۔ یہی مستقبل کے معمار ہیں۔'' میں نے عبدالنافع کی طرف مسکرا کر دیکھا اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

''عفان! تمھارا بہت شکریہ کہ تم نے مجھے اس بُرے عمل سے بچا لیا۔ ورنہ میں بھی آج انھی لڑکوں کے ساتھ کھڑا ہوتا۔'' عبدالنافع نے میرے گلے لگتے ہوئے کہا۔

''ارے اس میں شکریے کی کیا بات ہے تمھیں ایک بُرے عمل سے روکنا میرا فرض تھا۔ جو میں نے پورا کیا۔''

باقی پرچے بھی اچھے ہوئے اور جب ہمارا نتیجہ آیا تو میرا اور عبدالنافع کا اے۔ ون گریڈ بنا۔ باقی چیٹنگ کرنے والے بچے تین سال کے لیے باہر ہو گئے۔ سچ ہے بُرائی کا بدلہ بُرا اور اچھائی کا بدلہ اچھا۔

لالچی کمہار

شمسہ سعدیہ، حاصل پور

بہت پرانی بات ہے۔ نہر کے قریب والے گاؤں میں ایک کمہار لال دین رہتا تھا۔ اس کے ہاتھ کے مٹی کے بنے برتن پورے گاؤں میں مشہور تھے اور وہ اپنے برتنوں کے لیے مٹی نہر کے قریب سے اپنے بوڑھے گدھے پر لاد کر لاتا تھا۔ غربت کے سبب اس کا گزارہ مشکل سے ہوتا تھا۔ اسے برتن بنانے میں کافی وقت لگتا تھا، مگر اس کے برتنوں کی قیمت روز بہ روز کم ہوتی جا رہی تھی۔ آج لال دین اپنے گدھے کے ساتھ مٹی لینے جا چکا تھا۔ دوپہر کا وقت آن پہنچا تھا۔ لال دین صبح سے بھوکا تھا۔ جلدی سے گڑھے تک پہنچا، جہاں سے پہلے بھی یہ مٹی نکالا کرتا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے مٹی کھودنی شروع کر دی۔ ابھی یہ کھود ہی رہا تھا کہ اس نے ایک سوراخ دیکھا۔ اس نے سوراخ کو مزید کھودا تو سوراخ بڑا ہوتا گیا۔ اس سوراخ کے اندر سے نکلنے والی روشنی نے اس کی آنکھیں چندھیا دیں۔ اس کی آنکھوں کو خیرہ کرنے والی روشنی ہیروں کی تھی۔ لال دین کبھی بوڑھے گدھے کو دیکھتا، جو بوجھ اُٹھانے سے قاصر تھا اور کبھی ہیروں کو۔ اس نے ہیروں کو گدھے پر لادنا شروع کر دیا۔

جب لال دین کی نظر سانپ پر پڑی، جو ہیروں کے درمیان موجود تھا تو وہ ٹھٹک گیا۔ لالچ تھا کہ کم ہوتا معلوم نہ ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ کچھ مزید ہیرے سمیٹ لوں اس غرض سے جیسے ہی اس نے ہاتھ بڑھایا، سانپ نے اسے ڈس لیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ہیروں کا خزانہ وہیں پڑا رہ گیا۔

سفید خرگوش

سعد علی، خان پور

کسی جنگل میں ایک خرگوش اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک بچے کا رنگ سفید اور دوسرے کا رنگ کالا تھا۔ سفید خرگوش ہر وقت اپنے بھائی کے کالے رنگ کا مذاق اُڑاتا رہتا تھا۔ اس کا بھائی یہ سن کر

اُداس ہو جاتا۔ ان کی ماں اپنے سفید بچے کو سمجھاتی کہ کسی کو ایسا نہیں کہتے، ہم سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ کالے اور سفید دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے برابر ہیں۔ ہمیں نہیں حق کہ ہم کسی کو بُرا بھلا کہیں، مگر سفید خرگوش نے یہ بات ایک کان سے سنی اور دوسرے کان سے نکال دی۔

دن گزرتے گئے۔ سفید خرگوش کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ایک دن جنگل میں ایک شکاری آ گیا۔ اس وقت دونوں ننھے خرگوش باہر کھیل رہے تھے۔ جب شکاری نے سفید خرگوش دیکھا تو وہ اسے بہت پیارا لگا۔ شکاری نے کالے خرگوش پر کوئی توجہ نہیں دی۔ آج ہی شکاری کے بیٹے نے اس سے ایک خوب صورت خرگوش کی فرمائش کی تھی۔ شکاری کو اپنے بیٹے کے لیے سفید خرگوش بہت پسند آیا۔

شکاری سفید خرگوش کو پنجرے میں قید کر کے لے گیا۔ اب سفید خرگوش سارا دن پنجرے میں قید رہتا اور شکاری کا بیٹا اس کے ساتھ کھیلتا رہتا، لیکن سفید خرگوش کو بالکل مزہ نہیں آتا۔ اسے اپنے ماں باپ اور بھائی کی بہت یاد آتی اور وہ سوچتا کہ کاش میں بھی کالے رنگ کا ہوتا تو یوں آج قید میں نہ ہوتا، بلکہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ہوتا۔

چوری کا انجام

شیروینہ ثناء، حیدر آباد

صائمہ اور رکرن دونوں بہنیں تھیں۔

کرن کو دودھ کی بالائی بہت پسند تھی۔ جب رات کو سب گھر والے سو جاتے تو وہ اُٹھ کر دودھ سے بالائی نکال کر کھا لیتی۔ صبح کو ان کی امی دودھ والی دیگچی دیکھتیں تو حیران رہ جاتیں۔ جب وہ صائمہ اور کرن سے پوچھتیں تو کرن کہتی: ”امی! رات کو جب سب سو رہے تھے تو میں نے صائمہ کو بالائی کھاتے دیکھا تھا۔“

صائمہ بے چاری چیختی چلاتی رہتی، مگر اس کی کوئی نہ سنتا۔ ایک مرتبہ صائمہ کو اس کی امی سے مار بھی پڑی، ان کی امی اس

وجہ سے بہت پریشان تھیں۔

ایک دن امی کو ترکیب سوجھی۔ امی نے چپکے سے دودھ والی دیگچی میں روئی ڈال دی۔ جب کرن نے دیکھا کہ سب لوگ سو گئے ہیں تو وہ اُٹھ کر دودھ کی دیگچی کے پاس گئی، اس نے دیگچی اُٹھا کر بالائی کھانی شروع کر دی تو روئی بھی اس نے بالائی سمجھ کر منھ میں ڈال لی۔ جیسے ہی روئی اس کے دانتوں میں پھنسی تو اس نے چیخنا شروع کر دیا۔ اس کی چیخیں سن کر سب گھر والے اُٹھ گئے۔ سب سمجھ گئے کہ بالائی کون کھاتا ہے۔ کرن سب سے شرمندہ تھی۔ خاص طور پر صائمہ سے، کیوں کہ وہ اس پر جھوٹے الزام لگاتی تھی۔ کرن نے امی اور صائمہ سے معافی مانگی۔ صائمہ نے اسے معاف کر دیا اور امی نے اسے گلے لگا کر پیار کیا اور سمجھایا تو کرن نے چوری سے توبہ کر لی۔

نسیم حجازی

عبداللطیف چاچڑ، کشمور

۱۹ مئی ۱۹۱۴ء کو مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک گاؤں سوجان پور میں چوہدری محمد ابراہیم کے گھر ایک بچے نے جنم لیا۔ اس بچے کا نام محمد شریف رکھا گیا۔ محمد شریف نے میٹرک تک تعلیم ضلع گورداس پور میں ہی حاصل کی۔ بی۔ اے کی تعلیم چوبیس سال کی عمر میں اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۳۸ء میں مکمل کی۔

حصولِ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے اپنے لیے صحافت جیسے مشکل شعبے کا انتخاب کیا اور اپنا قلمی نام محمد شریف کی بجائے نسیم حجازی پسند کیا۔ نسیم حجازی نے کراچی سے نکلنے والے اخبارات روزنامہ ''حیات'' اور روزنامہ ''زمانہ'' میں مضامین لکھنے شروع کیے۔ ان دنوں تحریکِ پاکستان پورے ہندستان میں

بڑے جوش و جذبے سے جاری تھی۔ ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنا اپنا کردار بڑی خوبی سے نبھا رہے تھے۔ وہ بھی اپنے مضامین کے ذریعے سے لوگوں کو قیامِ پاکستان کے لیے اُبھارنے کا کام بخوبی انجام دیتے تھے۔ ان کو میر جعفر خان جمالی کے ہفت روزہ ''تنظیم'' کے لیے مدیر منتخب کیا گیا۔ انھوں نے بالائی سندھ اور بلوچستان میں تحریکِ پاکستان کو کام یاب بنانے کے لیے کئی مضامین شائع کیے، جو خود بھی لکھے اور دیگر قلم کاروں سے بھی لکھوائے۔

قیامِ پاکستان کے بعد وہ کچھ عرصے تک روزنامہ ''تعمیر'' راولپنڈی کے مدیر رہے، مگر جلد ہی ''کوہستان'' کے نام سے اپنا اخبار جاری کیا۔ کوہستان کی اشاعت کا آغاز ۱۴-اگست ۱۹۵۳ء کو راولپنڈی سے ہوا، لیکن کچھ عرصے کے بعد کوہستان، لاہور اور ملتان سے بھی شائع ہونے لگا۔ دس سال تک کوہستان عوام کا مقبول اخبار رہا۔ اس کے بعد حکومت نے اس پر پابندی عائد کردی۔

کوہستان پر پابندی لگنے کے بعد نسیم حجازی نے اپنے قلم کو صرف ناول نگاری کے لیے استعمال کرنا شروع کردیا۔ اس سے پہلے وہ صرف ایک ناول مجاہد کے نام سے لکھ چکے تھے۔ انھوں نے کئی تاریخی ناول لکھے۔ چنگیز خان اور سلطان جلال الدین محمد کے درمیان لڑی گئی جنگ کے موضوع پر ''آخری چٹان'' کے نام سے ناول لکھا جو کہ پی ٹی وی پر ڈرامے کی صورت میں دکھایا گیا۔ ان کے مشہور ناولوں میں محمد بن قاسم، یوسف بن تاشفین، آخری معرکہ، قافلۂ حجاز اور قیصر و کسریٰ، سفید جزیرے، پورس کے ہاتھی، شاہین، خاک اور خون، انسان اور دیوتا، اور تلوار ٹوٹ گئی، پاکستان سے دیارِ حرم تک، شامل ہیں۔ نسیم حجازی کا انتقال ۲ مارچ ۱۹۹۶ء میں راولپنڈی میں ہوا۔ ☆

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

حضرت علامہ اقبال کی آخری قیام گاہ ''جاوید منزل'' کی تعمیر کے لیے ۱۹۳۴ء میں سات کنال کی جگہ =/25,025 رپے میں خریدی گئی۔ اس کی تعمیر پر سولہ ہزار رپے خرچ ہوئے۔ بجلی، پنکھوں اور فرنیچر پر مزید ایک ہزار رپے خرچ ہوئے۔ اس طرح کل لاگت =/42,025 رپے ہوئی۔ علامہ اقبال نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کے نام پر نئے مکان کا نام جاوید منزل رکھا۔ علامہ اقبال مئی ۱۹۳۵ء میں اس مکان میں منتقل ہوئے۔ ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء کو کرایہ نامہ لکھا گیا۔ اس کے مطابق چار کمروں کا کرایہ علامہ اقبال نے پچاس رپے ماہوار مقرر فرمایا، جو ان کے استعمال میں تھے۔ علامہ اقبال یہ کرایہ اپنی وفات تک اپنے بیٹے جاوید اقبال کو ادا کرتے رہے۔ ۱۹۷۷ء میں جاوید منزل کو حکومت پاکستان نے خرید لیا اور اس میں علامہ اقبال میوزیم قائم کیا۔ جاوید منزل ہمارے لیے تاریخی اہمیت رکھتی ہے، کیوں کہ یہاں پر علامہ اقبال اور قائداعظم کے درمیان انقلابی ملاقات ہوئی اور دونوں کے خیالات میں یگانگت پیدا ہوئی۔ اسلامی ریاست کے قیام سے متعلق دونوں رہنماؤں کے درمیان خط و کتابت بھی اسی مقام پر ہوتی رہی۔

علامہ اقبال کے ۱۳۸ ویں یومِ پیدائش کے سلسلے میں ہمدرد نونہال اسمبلی کی خصوصی تقریب اسی ''جاوید منزل'' کے سرسبز و شاداب باغیچے میں منعقد کی گئی۔ اس کا مقصد نئی نسل کو علامہ اقبال کے بارے میں آگاہی اور وہاں موجود نوادرات سے روشناس کرانا تھا۔ تقاریر کا موضوع کلامِ اقبال کا ایک مصرع ''اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا'' تھا۔ مہمانوں میں جانشین اقبال و ماہرِ قانون محترم منیب اقبال، ڈائریکٹر جنرل آرکیالوجی

پنجاب محترم سلیم الحق اور صدر انٹر نیشنل اقبال سوسائٹی پاکستان محترم عمر رضا، جب کہ نونہال مقررین میں محمد اکبر، ملائیکہ صابر، محمد احمد اور نویرا بابر شامل تھے۔ کلامِ اقبال دانیال ذوالفقار، حذیفہ فاروقی، فرحان افضل ہاشمی اور علوینہ علی خان نے پیش کیا۔

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں محترم منیب اقبال، محترم سلیم الحق، محترم سید علی بخاری، محترم عمر رضا اور نونہال مقررین۔

جانشینِ اقبال محترم منیب اقبال نے اپنے والد جسٹس جاوید اقبال (مرحوم) کا ایک پیغام نونہالوں اور نوجوانوں کے نام پیش کرتے ہوئے کہا: ''کسی بھی قوم کے جوان اس قوم کے لیے تازہ خون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ موجودہ حالات میں پیامِ سحر کی نوید بھی یہی نوجوان بن سکتے ہیں، عہدِ تازہ کے چیلنجوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تعمیرِ خودی اس صورت میں کی جائے کہ اکیسویں صدی عمل اور انقلاب کی صدی بن جائے۔ نونہال اور نوجوان اپنے کردار میں مضبوطی پیدا کریں اور روحِ اسلام اور روحِ انقلاب سے آشنا ہو جائیں۔''

محترمہ سعدیہ راشد نے اپنے پیغام میں کہا کہ حکیم الامت علامہ اقبال نے پورے

عالمِ اسلام اور خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں کی زبوں حالی کو ایک مرض کی طرح محسوس کیا اور اس کے لیے جو شافی نسخہ تجویز فرمایا دراصل وہی ہماری تمام پریشانیوں کا علاج ہے۔

مورخہ ۲۶-اکتوبر ۲۰۰۷ء کو ڈاکٹر جاوید اقبال (مرحوم) کی سربراہی میں بورڈ آف گورنر کے ایک اہم اجلاس میں محترم منیب اقبال کو ''جانشین اقبال'' مقرر کیا گیا تھا۔ ہمدرد نونہال اسمبلی کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ محکمہ آثارِ قدیمہ کی جانب سے محترم منیب اقبال کی دستار بندی اسی تقریب میں کی گئی۔ اس سے پہلے ڈاکٹر جاوید اقبال (مرحوم) کے لیے ہمدرد نونہال اسمبلی کی ہونہار مقررہ دعا منصور نے تعزیتی کلمات ادا کیے۔ محترم حافظ محمد عارف کے دعائیہ کلمات کے بعد آخر میں نونہالوں کو علامہ اقبال میوزیم کا مطالعاتی دورہ کرایا گیا۔

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... رپورٹ : حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی معروف اسکالر اقبالیات، براڈ کاسٹر اور رکن شوریٰ ہمدرد محترم جناب نعیم اکرم قریشی تھے۔ یومِ اقبال کے سلسلے میں اجلاس کا موضوع تھا:

''اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا''

اسپیکر اسمبلی نونہال عائشہ اسلم تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید نونہال محمد علی و ساتھی طالب علم نے کی۔ نونہال محمد حارث نے حمدِ باری تعالیٰ اور نونہال حرا مستقیم نے نعتِ رسولِ مقبولؐ پیش کی۔ نونہال مقررین میں سیدہ مہک زہرا، محسن مجید، آمنہ غفار، نویرا ایمان اور علیزہ طاہر شامل تھیں۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے اپنے پیغام میں کہا کہ عزیز نونہالو! پیارے وطن پاکستان کے حصول کی جدوجہد کرتے ہوئے تحریکِ آزادی کے عظیم

ہمدرد نونہال اسمبلی
راولپنڈی میں
محترم نعیم اکرم قریشی
اور نونہال مقررین

راہنماؤں کے ذہن میں پاکستان کے مستقبل کا نقشہ ایک آزاد، ترقی یافتہ اور اسلامی فلاحی مملکت تھا، جسے عملی شکل دینے کے لیے آنے والی نسلوں کو تربیت اور تعلیم کے ایک صحیح نظام کی ضرورت تھی۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے پورے عالمِ اسلام اور خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں کی کم زور حالت کو ایک مرض کی طرح محسوس کیا اور اس کے لیے جو شافی نسخہ تجویز فرمایا، دراصل وہی ہماری تمام پریشانیوں کا علاج ہے۔ ہمارے بے شمار مسائل کا خاتمہ ممکن ہے۔ ہمیں اس بات کو اولیت دینی چاہیے کہ ہر نونہال کے لیے تعلیم کا اہتمام ہو، تاکہ وہ وطنِ عزیز کی سربلندی کا سبب بن جائیں۔ تمام پاکستانی نونہالوں کے لیے حصولِ علم میں ہر قسم کی آسانیاں فراہم کرنا، نصابِ تعلیم کی یکسانیت پر نیک نیتی سے عمل کرنا ہی ہمارے تمام مسائل اور امراض کا علاج ہے۔

محترم نعیم اکرم قریشی نے کہا کہ ہمیں تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت کی جتنی ضرورت آج ہے، شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ ہمیں کتاب سے اپنے رشتے کو مضبوط کرنا ہوگا اور اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط بنانا ہوگا۔ محترمہ سعدیہ راشد اور ان کے معاونین جس توانائی سے شہید حکیم محمد سعید کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں، وہ قابلِ تعریف ہے۔

اس موقع پر نونہالوں نے علامہ اقبال کی ایک نظم اور ایک خاکہ پیش کیا۔ آخر میں انعامات تقسیم کرنے کے بعد دعاے سعید پیش کی گئی۔ ☆
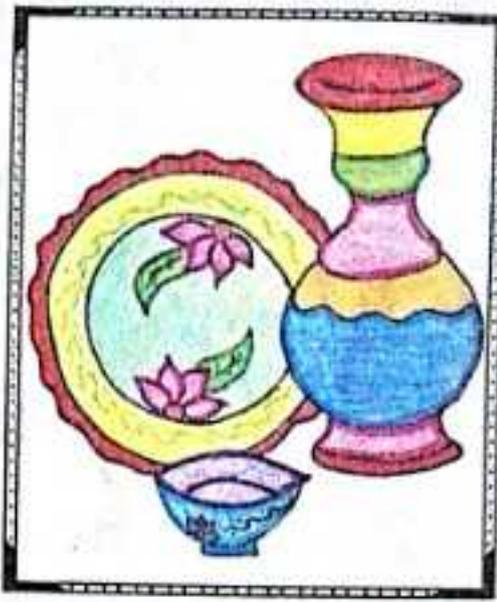
نونہال
مصور
محمد دانیال خالد، پشاور
نیہا مجید، کراچی
TOM and JERRY
فریحہ فاطمہ، میر پور خاص
ایمان انجم، فیصل آباد
راحم فرخ خاں، کراچی
طوبیٰ ندیم خان، اورنگی ٹاؤن
طوبیٰ فاروق حسین شیخ، شکار پور
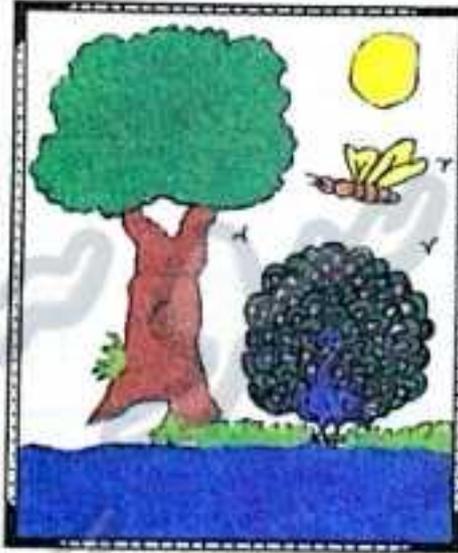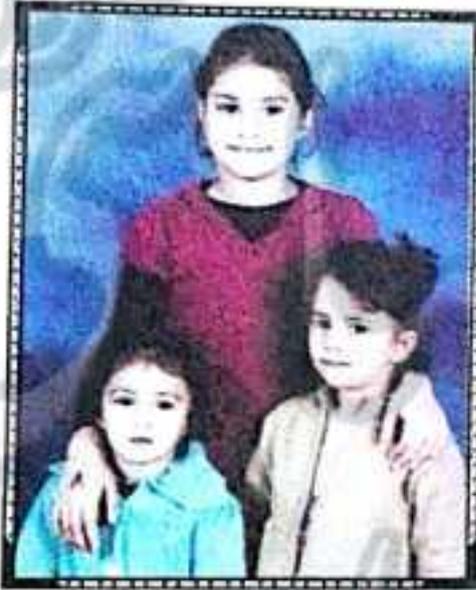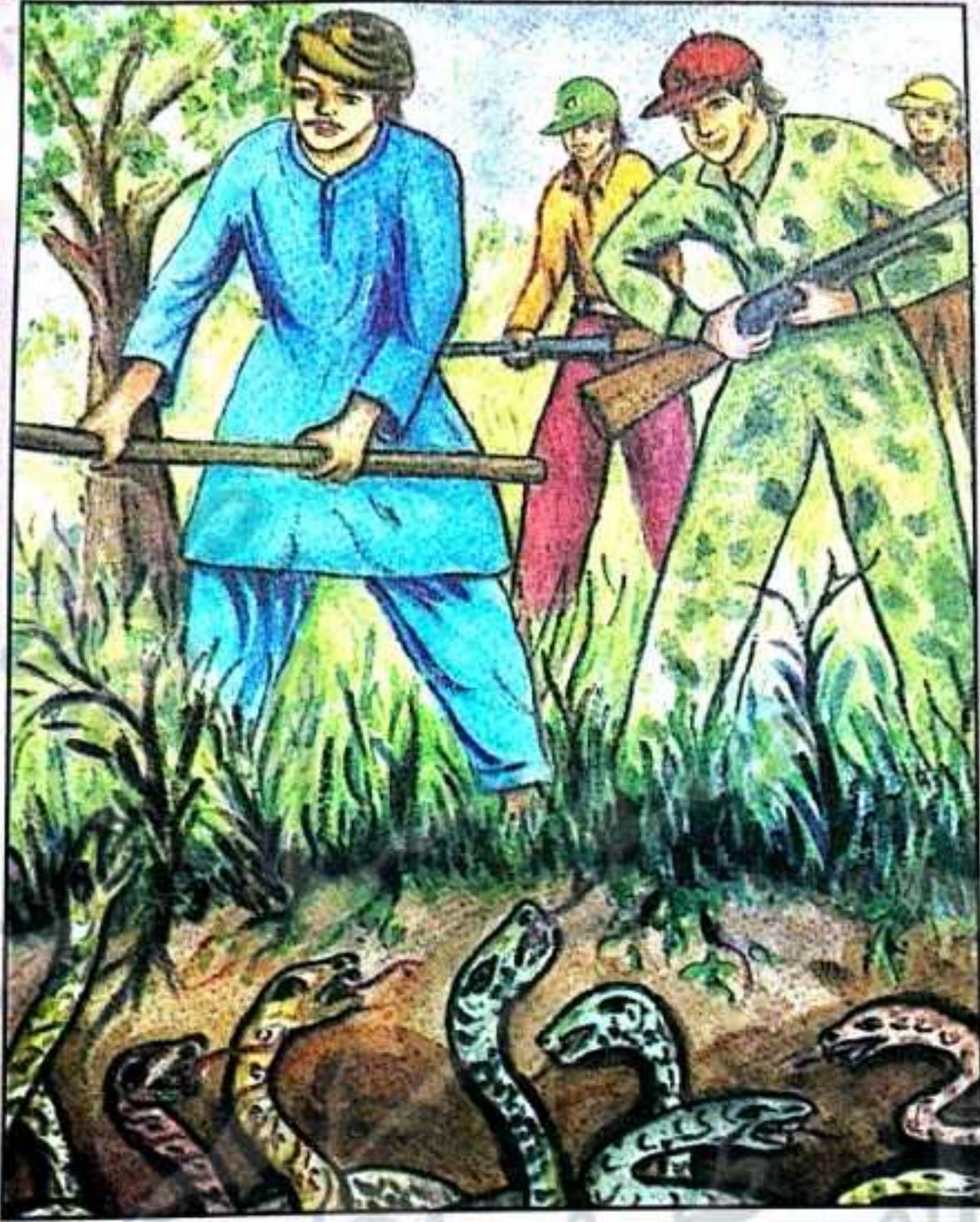
ویران کنویں کا راز

جاوید اقبال

ایک دن میں اپنی ڈاک میں آنے والا ایک خط دیکھ کر چونک پڑا۔ خط پر سندھ کے ایک دوردراز گاؤں کی مہر لگی تھی۔ خط کھول کر دیکھا لکھا تھا:

محترم السلام وعلیکم!

میرا نام اللہ بخش چانڈیو ہے۔ ہوسکتا ہے، آپ مجھے بھول گئے ہوں۔ چلیے یاد دلائے دیتا ہوں۔ چند سال پہلے حیدرآباد سے لاہور جاتے ہوئے ریل کے سفر میں آپ

میرے ساتھ تھے۔ آپ سے خوب باتیں ہوئی تھیں۔ باتوں باتوں میں پتا چلا کہ آپ شکاری ہیں۔ رخصت ہوتے وقت میں نے آپ کا پتا لے لیا تھا۔ آج برسوں بعد ایک ایسی مصیبت آپڑی ہے کہ آپ کو آواز دینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ تفصیل آپ تشریف لائیں گے تو ملاقات ہونے پر عرض کروں گا۔ اُمید ہے آپ اس ناچیز کی درخواست پر ضرور تشریف لائیں گے اور مجھے اس مصیبت سے نجات دلائیں گے۔

آپ کا منتظر

اللہ بخش چانڈیو

آگے اللہ بخش چانڈیو کا پورا پتا لکھا تھا۔

خط پڑھ کر مجھے ٹرین کا وہ سفر یاد آ گیا اور ساتھ ہی اللہ بخش کا محبت بھرا چہرہ نگاہوں کے سامنے گھوم گیا، مگر یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ اللہ بخش کو ہم شکاریوں سے کیا کام پڑ گیا ہے، کیوں کہ خط میں کسی جانور یا جنگل کا ذکر نہیں تھا۔ خیر، میں نے وہ خط اپنے دوستوں کو دکھایا تو وہ کہنے لگے: ''سندھ سے ہمارے ایک بھائی نے ہمیں اپنی مدد کے لیے بلایا ہے۔ کچھ بھی ہو ہمیں وہاں ضرور جانا چاہیے۔'' چناں چہ ہم سندھ جانے کے لیے تیاری میں مصروف ہو گئے۔

کچھ ضروری کام نبٹانے میں ہمیں دو دن لگ گئے۔ تیسرے دن ہم اپنے مختصر سامان کے ساتھ روانگی کے لیے ریل گاڑی میں سوار ہوئے۔ اللہ بخش کو ہم اپنے آنے کی اطلاع پہلے ہی دے چکے تھے، اس لیے جیسے ہی ہم اسٹیشن پہ پہنچ کر گاڑی سے اُترے، اللہ بخش ایک بیل گاڑی اور گاڑی بان کے ساتھ اسٹیشن سے باہر ہمارا منتظر تھا۔ اللہ بخش

بڑی محبت سے ہم سے گلے ملا۔ گاڑی بان نے ہمارا سامان بیل گاڑی پر رکھا اور ہم بیل گاڑی پہ سوار ہو کر اللہ بخش کے گاؤں کی طرف چل پڑے۔

راستے میں ہم نے اللہ بخش سے پوچھا کہ وہ کیا مسئلہ ہے، جس کی وجہ سے وہ پریشان ہے۔ اللہ بخش کہنے لگا: ''کچھ عرصے پہلے میں نے اپنے گھر کے پچھواڑے ایک کنواں کھدوایا، لیکن چند فیٹ گہری کھدائی کے بعد نیچے سے سخت پتھریلی زمین نکل آئی اور کوشش کے باوجود مزید کھدائی نہ ہو سکی تو میں نے اس گڑھے کو ویسے ہی چھوڑ دیا اور ایک دوسری جگہ کنواں کھدوالیا۔ بعد میں پہلے والا گڑھا جھاڑ جھنکار سے بھر گیا۔ اب کچھ دنوں سے اس گڑھے سے عجیب سی آوازیں آنے لگی ہیں۔ خوف کی وجہ سے اُدھر سے کوئی نہیں گزرتا۔ میرے کھیت کے مزدور بھی کام چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ لوگ ان آوازوں کو بھوت پریت کی آوازیں سمجھتے ہیں۔ کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے جانے سے میں بہت پریشان ہوں، اسی لیے آپ بھائیوں کو زحمت دی ہے۔''

''بھائی اللہ بخش! آپ نے جھاڑ جھنکار ہٹا کر دیکھا نہیں کہ وہاں کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''سائیں! ہم تو ڈر کے مارے اُدھر جاتے ہی نہیں۔'' اللہ بخش نے کہا۔

یونہی باتیں کرتے کرتے ہم اللہ بخش کے گھر پہنچ گئے۔ یہ ایک سادہ سا دیہاتی طرز کا مکان تھا۔ اس وقت شام ہو چکی تھی۔ ہم نے اللہ بخش سے کہا کہ ہمیں وہ گڑھا دکھائے۔

اللہ بخش بولا: ''سائیں! آپ سفر سے تھکے ہوئے ہیں نہا کر تازہ دم ہو جائیں۔

کھانا کھائیں اور آج رات آرام کریں، صبح گڑھا دیکھ لیں گے۔''

گھر کے صحن میں چارپائیاں بچھا دی گئیں۔ کھانا کھانے کے بعد ہم چارپائیوں پر بیٹھ گئے۔ دیر تک اللہ بخش سے اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر اللہ بخش ہمیں آرام کرنے کا کہہ کر گھر کے اندرونی حصے کی طرف چلا گیا۔ ہم چارپائیوں پر لیٹ گئے اور سوچنے لگے کہ جانے یہ کیسی مہم ہے، نہ جانے اس گڑھے سے کیا نکلے۔ یونہی سوچتے سوچتے ہم نیند کی وادی میں پہنچ گئے۔

صبح اُٹھے، ناشتا کیا اور پھر اللہ بخش کے ساتھ ہم گڑھے کی طرف چل پڑے۔ گھر کے پیچھے ہی اللہ بخش کا کھجوروں کا باغ اور کھیت تھے۔۔ وہیں وہ گڑھا بھی تھا۔ گڑھے کو جھاڑ جھنکار نے یوں ڈھانپ رکھا تھا کہ گڑھے کے اوپر چھت سی بن گئی تھی۔ اللہ بخش نے ہماری مدد کے لیے گاؤں سے کچھ لوگوں کو بلا لیا تھا۔ جو لاٹھیاں اور کلہاڑیاں لیے ایک طرف کھڑے تھے۔ ہمارے کہنے پر کچھ جوان گڑھے کے اوپر سے جھاڑیاں ہٹانے لگے۔ ہم اپنے ہتھیار لیے کسی بھی صورتِ حال سے نبٹنے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ جیسے ہی جھاڑ جھنکار گڑھے کے اوپر سے ہٹا، ہٹانے والے نوجوان بُری طرح ڈر کر پیچھے ہٹے۔ ہم نے آگے بڑھ کر گڑھے میں جھانکا۔ وہاں جو منظر نظر آیا، اس سے ہمارے بھی رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ گڑھے میں سیکڑوں زہریلے سانپ اِدھر سے اُدھر رینگ رہے تھے۔ ان کی پھنکاروں سے عجیب سا شور گونج رہا تھا۔ یہی وہ آوازیں تھیں، جنھیں سن کر لوگ خوف زدہ ہو جاتے تھے۔

دراصل اس گڑھے کو اردگرد کے علاقے کے سانپوں نے اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ دن کو

وہ گڑھے میں چھپے رہتے تھے، رات کو اندھیرا ہونے پر اپنے شکار کو نکلتے تھے۔ ہم نے فوراً سانپوں پر فائر کھول دیا۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور سانپوں کی پھنکاروں سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ ہم سانپوں کی کھوپڑیوں کو نشانہ بنا رہے تھے، جس سانپ کو گولی لگتی اس کی کھوپڑی کے پرخچے اُڑ جاتے۔ کچھ سانپوں نے گڑھے سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی، مگر پیچھے کھڑے لٹھ برداروں نے اپنی لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے اُنھیں کچل ڈالا۔ آدھے گھنٹے کی اس جنگ میں سیکڑوں سانپ مارے گئے، ہم نے آخری سانپ کے مرنے تک فائرنگ جاری رکھی۔ جب تمام سانپوں کا خاتمہ ہوگیا تو مزدوروں نے گڑھے کو مٹی سے بھر دیا۔ یوں مردہ سانپ گڑھے میں ہی دفن ہوگئے۔

اس مصیبت کے خاتمے پر اللہ بخش بے حد خوش ہوا۔ چار دن تک ہم وہاں مہمان رہے۔ اللہ بخش نے ہماری خوب خاطر مدارت کی۔ رخصت ہونے لگے تو اللہ بخش نے کھجوروں کے تین تھیلے بھی ہمیں دیے کہ یہ سوغات اپنے ساتھ لے جائیں، پھر ہمیں بیل گاڑی میں اسٹیشن تک چھوڑنے آیا۔ ہم گاڑی میں بیٹھے اور لاہور کی طرف روانہ ہوگئے۔

☆☆☆

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

hfp@hamdardfoundation.org

فیصلہ

ایک بادشاہ جب دنیا کے سفر پر نکلا تو اس کا گزر افریقا کی ایک ایسی بستی سے ہوا، جو دنیا کے ہنگاموں سے دور اور بڑی پُرسکون تھی۔ یہاں کے باشندوں نے جنگ کا نام تک نہ سنا تھا اور وہ فاتح اور مفتوح کے معنی بھی نہیں جانتے تھے۔ بستی کے لوگ بادشاہ کو مہمان کی طرح ساتھ لے کر اپنے سردار کی جھونپڑی میں پہنچے۔ سردار نے اس کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور پھلوں سے بادشاہ کی تواضع کی۔

کچھ دیر میں دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ سردار کی یہ جھونپڑی عدالت کا کام بھی دیتی تھی۔ ایک نے کہا: ''میں نے اس شخص سے زمین کا ایک ٹکڑا خریدا تھا، ہل چلانے کے دوران اس میں سے خزانہ برآمد ہوا۔ میں نے یہ خزانہ اس شخص کو دینا چاہا، لیکن یہ نہیں لیتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ خزانہ میرا نہیں ہے، کیوں کہ میں نے اس سے صرف زمین خریدی تھی اور اسے صرف زمین کی قیمت ادا کی تھی، خزانے کی نہیں۔''

دوسرے نے کہا: ''میرا ضمیر بھی زندہ ہے، میں یہ خزانہ اس سے کس طرح لے سکتا ہوں، میں نے تو اس کے ہاتھ زمین فروخت کر دی تھی۔ اب اس میں سے جو کچھ بھی برآمد ہو یہ اس کی قسمت ہے اور یہی اس کا مالک ہے، میرا اب اس زمین اور اس میں موجود اشیاء سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

سردار نے غور کرنے کے بعد پہلے والے سے پوچھا: ''تمھارا کوئی لڑکا ہے؟''

''ہاں ہے۔''

پھر دوسرے دوسرے آدمی سے پوچھا: ''اور تمھاری کوئی لڑکی بھی ہے؟''

''جی ہاں ......'' اس نے بھی اثبات میں گردن ہلا دی۔

''تو تم دونوں ان کی شادی کر کے یہ خزانہ ان کے حوالے کر دو۔''

اس فیصلے نے بادشاہ کو حیران کر دیا۔ وہ فکر مند ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

سردار نے سوال کیا: ''اگر یہ مقدمہ آپ کے روبرو پیش ہوتا تو آپ کیا فیصلہ سناتے؟''

بادشاہ نے ذہن میں موجود سوچ کے مطابق فوراً جواب دیا: ''ہم ان دونوں کو حراست میں لے لیتے اور خزانہ حکومت کی ملکیت قرار دے کر شاہی خزانے میں داخل کر دیا جاتا۔''

''بادشاہ کی ملکیت!'' سردار نے حیرت سے پوچھا: ''کیا آپ کے ملک میں سورج دکھائی دیتا ہے۔''

''جی ہاں کیوں نہیں۔''

''وہاں بارش بھی ہوتی ہے؟''

''بالکل!''

''بہت خوب!'' سردار حیران تھا۔

''لیکن ایک بات اور بتائیں کیا آپ کے ہاں جانور بھی پائے جاتے ہیں جو گھاس اور چارہ کھاتے ہیں؟''

''ہاں ایسے بے شمار جانور ہمارے ہاں پائے جاتے ہیں۔''

''اوہ خوب، میں اب سمجھا۔'' سردار نے یوں گردن ہلائی جیسے کوئی مشکل ترین بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔

''تو اس ناانصافی کی سرزمین پر شاید ان ہی جانوروں کے طفیل سورج روشنی دے رہا ہے اور بارش کھیتوں کو سیراب کر رہی ہے، ورنہ آپ کا ملک کب کا تباہ ہو چکا ہوتا۔'' ☆

بیٹا: ''ابو! آج آپ اس قدر خوش کیوں ہیں؟''

والد: ''(زور زور سے ہنستے ہوئے): ''میں نے بچپن میں ایک لطیفہ رسالے میں چھپنے کے لیے بھیجا تھا، وہ اس مہینے میں شائع ہو گیا ہے۔''

مرسلہ: حرا سعید شاہ، جوہر آباد

ساجد نے اپنے دوست عابد سے کہا: ''میں نے شہر میں چوری کی بڑھتی ہوئی وارداتوں سے تنگ آ کر پولیس کو درخواست بھیجی تھی۔''

''پھر کیا ہوا؟'' عابد نے تجسس سے پوچھا۔

''جواب آیا کہ آپ کی درخواست فائل سے چوری ہو گئی ہے، دوسری درخواست بھیجیں۔'' ساجد نے جواب دیا۔

مرسلہ: امامہ عاکفین، حاصل پور
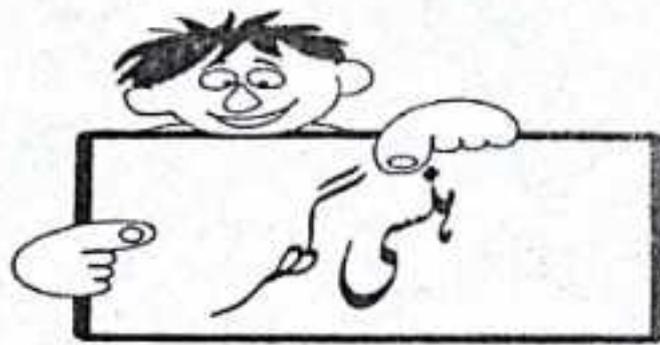
ایک چوزہ اپنی ماں مرغی سے بولا: ''ماں! انسان پیدا ہوتے ہیں تو اپنا نام رکھ لیتے ہیں۔ ہم لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے؟''

مرغی: ''بیٹا! ہمارے نام مرنے کے بعد رکھے جاتے ہیں، جیسے کہ چکن تکہ، چکن فرائی، چکن روسٹ، چکن چلی، چکن ملائی بوٹی، چکن کڑاہی وغیرہ وغیرہ۔''

مرسلہ: کرن فدا حسین، فوجی کالونی

دو لڑکیاں باتیں کرنے کے لیے ایک جگہ بیٹھیں تو تیسری لڑکی حمیرا کا ذکر چھڑ گیا۔ ایک لڑکی بولی: ''میرے خیال میں تو حمیرا بہت ہی اچھی لڑکی ہے۔ کم از کم مجھے تو اس کے بارے میں کوئی بُری بات معلوم نہیں۔''

''تو پھر نیلوفر کی باتیں کرتے ہیں، جو بہت بدتمیز ہے۔'' دوسری لڑکی فوراً بات کاٹ کر بولی۔

مرسلہ: بی بی سمیرا بتول اللہ بخش سعیدی،

استاد (شاگرد سے): ''بتاؤ وہ نہا رہے ہیں، میں نہا رہا ہوں، ہم نہا رہے ہیں، سب نہا رہے ہیں، یہ کون سا زمانہ ہے؟''

شاگرد: ''جناب! یہ عید کا زمانہ ہے۔''

مرسلہ : مریم نایاب، نوشہرہ

☺ استاد جماعت میں آئے تو فرش پر پڑی کتاب نظر آئی۔ استاد غصے سے بولے: ''یہ کس کی کتاب ہے؟''

ایک بچے نے جواب دیا: ''مولانا حالی کی۔''

مرسلہ : فتح محمد شارق، نوشہرہ

☺ امتحان دے کر آنے والے طالب علم سے اس کے دوست نے پوچھا: ''بہت افسردہ دکھائی دے رہے ہو، کیا پرچا بہت مشکل تھا؟''

پیپر مشکل آنے کا اتنا دکھ نہیں ہوتا میرے دوست! جتنا امتحان گاہ میں سب سے آگے بیٹھنے پر ہوتا ہے۔''

مرسلہ : عفیفہ امجد نور، سکھر

☺ اسلامیات کے استاد نے شاگردوں سے کہا: ''بچو! جب قیامت آئے گی تو نہ درخت رہیں گے، نہ پہاڑ، سب کچھ مٹ جائے گا۔''

ایک شاگرد نے پوچھا: ''ماسٹر صاحب! اس دن اسکول کی چھٹی تو ہوگی نا؟''

مرسلہ : فہد فدا حسین، فیوچر کالونی

☺ ایک بائیک پر پانچ آدمی جا رہے تھے، ٹریفک پولیس نے ہاتھ دے کر ان کو رکنے کا اشارہ کیا، ان میں سے ایک نے چلّا کر کہا: ''پاگل ہو گیا! تم کہاں بیٹھو گے؟ جگہ نہیں ہے۔''

مرسلہ : نام پتا نہ معلوم

☺ احمد: (دکان دار سے) ''آپ مجھے پچاس روپے والی نوٹ بک دکھا دیں۔''

دکان دار: ''یہ لو۔''

احمد: ''جناب! اس کی قیمت کیا ہے؟''

مرسلہ : سمیعہ توقیر، کراچی

☺ ایک عورت پہلی مرتبہ اپنے شوہر کے ساتھ کرکٹ میچ دیکھنے اسٹیڈیم گئی۔ کھیل کے دوران وہ خاموشی سے اپنے شوہر کا تبصرہ سنتی رہی، ایک موقع پر اس کا شوہر اُچھل اُچھل کر تالیاں بجانے لگا تو عورت نے پوچھا: ''کیا ہوا آخر......؟''

”تم نے دیکھا نہیں فیلڈر نے کتنی پُھرتی سے کیچ پکڑا ہے۔“ شوہر نے جذباتی انداز میں کہا۔

”تو اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے؟“ وہ عورت منھ بنا کر بولی: ”وہ وہاں اسی لیے تو کھڑا ہے۔“

مرسلہ : راشد رشید بھٹو، شکار پور

☺ ایک دوست: ”ڈاکٹر پرچی پر ایسا کیا لکھ دیتا ہے کہ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، لیکن میڈیکل اسٹور والا آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔“

دوسرا دوست: ”وہ لکھتا ہے کہ میں نے لوٹ لیا ہے، اب تم لوٹ لو۔“

مرسلہ : عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ

☺ ٹیچر شاگرد سے: ”تم کل اسکول کیوں نہیں آئے؟“

شاگرد: ”مجھے برڈ فلو ہو گیا تھا۔“

ٹیچر (حیرانگی سے): ”یہ تو پرندوں کو ہوتا ہے؟“

شاگرد: ”مس! آپ بھی تو مجھے روزانہ کسی نہ کسی بات پر مرغا بنا دیتی ہیں، اسی لیے مجھے برڈ فلو ہوا ہے۔“

مرسلہ : عمر بن حزب اللہ بلوچ، حیدر آباد

☺ ایک پڑوسن نے دوسری پڑوسن سے کتاب پڑھنے کے لیے مانگی۔

دوسری نے کہا: ”بہن! میں کتاب کسی کو نہیں دیا کرتی، آپ جتنی چاہیں، یہاں بیٹھ کر پڑھ لیں۔“

چند روز بعد وہی پڑوسن پہلی پڑوسن کے گھر گئی اور اس سے جھاڑو مانگی۔

پہلی پڑوسن نے کہا: ”معاف کرنا بہن! میں جھاڑو کسی کو نہیں دیا کرتی، آپ کو جتنی جھاڑو دینی ہو، یہاں میرے گھر دے لیں۔“

مرسلہ : اُمِ ایمن، سمہ سٹہ

☺ استاد نے شاگرد سے پوچھا: ”تمھاری لکھائی اتنی خراب کیوں ہے؟“

شاگرد نے جواب دیا: ”اس لیے کہ میں بڑا ہو کر ڈاکٹر بنوں گا۔“

مرسلہ : روحما نواز، ناظم آباد

☆☆☆

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- جنوری ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت ذکریا، حضرت مریمؑ کے .... تھے۔ (ماموں ۔ چچا ۔ خالو)

۲۔ حضور اکرمؐ کی ولادت اپریل .... عیسوی میں ہوئی تھی۔ (۵۶۰ء ۔ ۵۷۱ء ۔ ۵۷۶ء)

۳۔ اسلام کے سب سے کم عمر سپہ سالار حضرت .... تھے۔ (زید بن حارثہؓ ۔ اسامہ بن زیدؓ ۔ ابو حذیفہؓ)

۴۔ جامع مسجد شاہ جہاں .... میں ہے۔ (ملتان ۔ لاہور ۔ ٹھٹھ)

۵۔ پاکستان کی قومی فٹ بال ٹیم سب سے پہلے غیر ملکی دورے پر ۱۹۵۰ء میں .... گئی تھی۔ (بھارت ۔ افغانستان ۔ ایران)

۶۔ جمشید نصروانجی رستم جی مہتہ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۳ء تک .... کے میئر رہے۔ (کراچی ۔ حیدر آباد ۔ سکھر)

۷۔ عباسی خلیفہ ہارون رشید کی والدہ کا نام .... تھا۔ (خنسا ۔ خیزران ۔ خالدہ)

۸۔ برصغیر پر کل .... مغل بادشاہوں نے حکومت کی۔ (۱۵ ۔ ۱۷ ۔ ۱۹)

۹۔ ثمر قند .... کا ایک بڑا شہر ہے۔ (قازقستان ۔ ازبکستان ۔ تاجکستان)

۱۰۔ ''نکاراگوا'' .... کا ایک مشہور ملک ہے۔ (شمالی امریکا ۔ وسطی امریکا ۔ جنوبی امریکا)

۱۱۔ برصغیر میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو انگریزوں نے .... کا نام دیا تھا۔ (بلوا ۔ فساد ۔ غدر)

۱۲۔ نواب مصطفیٰ خاں، مشہور شاعر .... کا اصل نام ہے۔ (انشا ۔ آتش ۔ شیفتہ)

۱۳۔ اردو شاعری کا بابا آدم .... کو کہا جاتا ہے۔ (ولی دکنی ۔ میرزا غالب ۔ میر تقی میر)

۱۴۔ مشہور کتاب ''ابن الوقت'' .... کی تصنیف ہے۔ (ڈپٹی نذیر احمد ۔ عبدالحلیم شرر ۔ خواجہ حسن نظامی)

۱۵۔ اردو زبان کی ایک ضرب المثل: ''آنکھوں دیکھی .... نہیں نگلی جاتی۔'' (تتلی ۔ چیونٹی ۔ مکھی)

۱۶۔ مولانا ظفر علی خاں کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　　پھونکوں سے یہ .... بجھایا نہ جائے گا (دیا ۔ شعلہ ۔ چراغ)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۴۱ (جنوری ۲۰۱۶ء)

نام :

پتا :

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸۔ جنوری ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (جنوری ۲۰۱۶ء)

عنوان :

پتا :

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ ۔جنوری ۲۰۱۶ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

دنیا کے مشہور و مقبول ادیبوں پر مختصر معلوماتی کتابیں

حسن ذکی کاظمی کے قلم سے

ولیم شیکسپیئر انگریزی ادب کا عظیم ڈراما نگار، جس کے ڈرامے ساری دنیا میں پڑھے اور دیکھے جاتے ہیں۔

شیکسپیئر کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۲۵ روپے

سیموئل ٹیلر کولرج انگریزی کا عظیم شاعر جس نے خود علم سیکھا اور شعر و ادب میں اپنا مقام بنایا۔

کولرج کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۳۵ روپے

ولیم ورڈز ورتھ عظیم شاعر جس نے انگریزی شاعری کو ایک نیا رخ دیا، سانیٹ بھی لکھے اور مضامین بھی۔

ولیم ورڈز ورتھ کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۳۵ روپے

برونٹے سسٹرز تین برونٹے بہنوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے سے عورتوں کے حقوق اور آزادی کے لیے آواز بلند کی۔ یہ ایک دل چسپ ،معلوماتی کہانی اس کتاب میں پڑھیے۔

برونٹے بہنوں کی خوب صورت تصویر کے ساتھ رنگین ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

چارلس ڈکنز عظیم ناول نگار جسے کتابیں پڑھنے کے شوق نے دنیا کے نامور ادیب کا اعلا مقام عطا کیا۔

ٹائٹل پر ڈکنز کی خوب صورت تصویر صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

ٹامس ہارڈی انگریزی کا پہلا ناول نگار جس نے گاؤں کی روزمرہ زندگی کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔

ہارڈی کی تصویر سے سجا ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

رڈیارڈ کپلنگ انگریزی ادب کا عظیم کہانی نویس، نظم نگار، ناول نگار اور پہلا انگریز ادیب جسے ادب کا نوبیل انعام ملا۔

کپلنگ کی تصویر کے ساتھ رنگین ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ نومبر ۲۰۱۵ء کے بارے میں ہیں

* محترم برکاتی صاحب! کیا آپ اپنے ادارے کی طرف سے کوئی ایک سالہ، دو سالہ یا سہ سالہ رائٹر ایوارڈ تقریب منعقد کرتے ہیں؟ ممکن ہے میں اپنی کم علمی کی وجہ سے بے خبر ہوں۔ اُم عادل، کراچی۔

محترمہ! ابھی تو ایسا کوئی پروگرام نہیں۔

* سرورق پر حفصہ احسن کی تصویر بہت اچھی لگی۔ نظموں میں پیارے بچو! (شمس القمر عاکف)، ماں (کرشن پرویز) بہت پسند آئیں۔ کہانیوں میں بہتا ہوا جرم (جاوید اقبال)، اللہ کا دوست (محمد شاہد حفیظ) اور سب کی پسند (احمد عدنان طارق) شمارے کی زبردست کہانیاں تھیں۔ نور الہدیٰ، قصور۔

* نومبر کا شمارہ بہت پسند آیا۔ سرورق بہت اچھا تھا۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر بہتا ہوا جرم (جاوید اقبال)، بلاعنوان کہانی (جاوید بسام) اور سب کی پسند (احمد عدنان طارق) تھیں۔ دوسرے نمبر پر اللہ کا دوست (محمد شاہد حفیظ) اور ناکام منصوبہ (حافظ عبدالجبار سیال) تھیں۔ معلومات ہی معلومات، علم دریچے، اور نونہال لغت بہت اچھے سلسلے ہیں۔ ادیبوں کے لطیفے بہت پسند آئے۔ عبدالرافع، قصور۔

* جاگو جگاؤ، پہلی بات، بلاعنوان کہانی، علم دریچے، ہنسی گھر، بیت بازی غرض سب کچھ بہت شان دار تھا۔ مجھے بہت پسند آیا۔ فائزہ کامل، کراچی۔

* جو کہانیاں پسند آئیں ان میں بہتا ہوا جرم (جاوید اقبال)، بلاعنوان کہانی (جاوید بسام)، اللہ کا دوست (محمد شاہد حفیظ) شامل ہیں۔ نظم ماں (کرشن پرویز)، ہنسی گھر اور ادیبوں کے لطیفے بھی بہت پسند آئے۔ فتح محمد شارق، خوشاب۔

* ہمدرد نونہال بہت اچھا رسالہ ہے۔ نومبر کا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ نایاب، نوشہرہ۔

* آنٹی سعدیہ راشد صاحبہ! مجھے آپ کا مبارک باد کا خط مع ''ہمدرد نونہال'' شمارہ نومبر ۲۰۱۵ء اور ایک عدد کتاب ''داستانِ امریکا'' از حکیم محمد سعید بطور انعام موصول ہوئی۔ آنٹی! آپ نے اپنے خط میں جس شفقت کے ساتھ میری حوصلہ افزائی کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ جو نصیحتیں فرمائی ہیں ان کا میں بے حد شکر گزار ہوں۔ ان شاء اللہ ان پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ امجد سلمان احمد، کراچی۔

* ہمدرد نونہال کی تمام کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ ماہ نومبر کا شمارہ بھی بہت پسند آیا۔ کہانیاں سب اچھی تھیں، مگر ڈر کا پھندا، بہتا ہوا جرم اور بلاعنوان کہانی بہت عمدہ تحریریں تھیں۔ ہنسی گھر اور روشن خیالات ہمیشہ کی طرح بہت اچھے تھے۔ سرورق بھی بہت اچھا تھا۔ شاہ میر عباسی، ہری پور۔

* نومبر کا سرورق اچھا تھا۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر ''محبت کے چشمے'' ایسی تحریر تھی جس پر آج کے دور میں عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ عمران فائق کی نظم ''اسلام'' پیاری نظم تھی۔ ضیاء الحسن ضیا کی نظم ''ٹھنڈیائی'' سے معلوم ہوا کہ ایسا بھی کوئی مقام ہے۔ ماں (کرشن پرویز) بھی خوب صورت نظم تھی۔ دو باتیں (مقبول منصور) ایک روشن تحریر تھی۔ ادیبوں کے لطیفے کچھ زیادہ بھاری تھے، اس لیے ذرا کم سمجھ آئے۔ علامہ اقبال کا تعلیمی سفر (نسرین شاہین) بھی ایک معلوماتی مضمون تھا۔ کہانیوں میں اللہ کا دوست (محمد شاہد حفیظ) بہت اچھی کہانی تھی۔ ڈر کا پھندا (روبنسن سیموئیل گل) ایک مسکراتی کہانی ثابت ہوئی اور سبق آموز بھی۔ معلومات ہی معلومات (غلام حسین میمن) ایک اچھا سلسلہ ہے۔ کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری۔

* نومبر کا شمارہ لاجواب تھا۔ تمام کہانیاں اور نظمیں زبردست

تھیں۔ نظم ٹھنڈ پانی (ضیاء الحسن ضیا) بہت پسند آئی۔ کہانیوں میں ناکام منصوبہ (حافظ عبدالجبار سیال)، بلاعنوان کہانی (جاوید بسام)، چڑیوں کا گیت (فرزانہ روحی اسلم)، ڈر کا پھندا (روبنسن سیموئیل گل)، اللہ کا دوست (محمد شاہد حفیظ)، سب کی پسند (احمد عدنان طارق) بڑی دل چسپ اور لاجواب تھیں۔ بیت بازی کے اشعار بہت پسند آئے۔ نونہال مصور میں عرشیہ نوید کی مصوری بہت اچھی تھی۔ ہنسی گھر کے لطیفے بہت اچھے تھے۔ محمد حسین، بہاول پور۔

❁ نومبر کا ہمدرد نونہال قابلِ تعریف تھا۔ کہانیوں میں چڑیوں کا گیت، ڈر کا پھندا، بہتا ہوا جرم، بلاعنوان کہانی، ناکام منصوبہ، اللہ کا دوست اور سب کی پسند کہانیاں پسند آئیں۔ نظموں میں اسلام، ٹھنڈ پانی، ماں اور پیارے بچو! اچھی اور لاجواب نظمیں تھیں۔ مضامین میں محبت کے چشمے (مسعود احمد برکاتی)، معلومات ہی معلومات (غلام حسین میمن)، جاگو جگاؤ میں شہید حکیم محمد سعید کی باتیں اچھی اور سبق آموز تھیں۔ پہلی بات بھی اچھی اور اس مہینے کا خیال بھی اچھا تھا۔ اقبال کا تعلیمی سفر (نسرین شاہین) بھی اچھا مضمون تھا۔ آسیہ ذوالفقار، عافیہ ذوالفقار، زہیر ذوالفقار، کراچی۔

❁ ہمدرد نونہال کی سب کہانیاں اچھی لگیں۔ چڑیوں کا گیت پڑھنے میں مزہ آیا۔ بہتا ہوا جرم، ڈر کا پھندا، سب کی پسند، اللہ کا دوست، بلاعنوان کہانی اور ناکام منصوبہ اچھی کہانیاں تھیں۔ دو باتیں بھی اچھی تحریر تھی۔ مضامین سارے عمدہ تھے، معلومات ہی معلومات، علامہ اقبال کا تعلیمی سفر، ادیبوں کے لطیفے اچھے لگے۔ نظمیں بھی لاجواب تھیں۔ اسلام، ٹھنڈ پانی، ماں اور پیارے بچو! اچھی نظمیں تھیں۔ حافظ زہیر بن ذوالفقار بلوچ، نامعہ ذوالفقار، کراچی۔

❁ سرورق پر موجود بچی بہت اچھی لگی۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں اور مضامین خوب صورت تھے۔ نظموں میں ٹھنڈ پانی، ماں، پیارے بچو! اور نونہال ادیب میں دھوکا، ہیرے کی قیمت اور شرط اچھی کہانیاں تھیں۔ نظم پیز اچھی لگی۔ غرور کی سزا (ملائکہ خان) بھی اچھی کہانی تھی۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات واقعی روشن تھے۔ مسعود احمد برکاتی کا مضمون "محبت کے چشمے" اچھا لگا۔ حمنہ ذوالفقار، کراچی۔

❁ نومبر کا سرورق منفرد اور اچھا لگا۔ درمیان میں سے کھولا تو نظر بے ساختہ "دو باتیں" والی تحریر پر ٹھیر گئی اور جب پوری تحریر پڑھ لی تو دل میں کسک ہوئی کہ کاش! ایسی باتیں، ایسے قانون ہمارے ملک میں بھی رائج ہوں۔ کہانی "اللہ کا دوست" احساسِ کمتری سے نکالنے میں مؤثر ثابت ہو سکتی ہے۔ اس مہینے کا خیال بہت اچھا تھا۔ انکل! کیا آپ کے ادارے سے ہم ڈاک کے ذریعے بڑے ناول مثلاً اداس نسلیں، آگ کا دریا وغیرہ منگوا سکتے ہیں یا نہیں؟ ہمیرہ بتول اللہ بخش سعیدی، حیدرآباد۔

ہم صرف اپنے ادارے کی کتابیں ہی بھجوا سکتے ہیں۔

❁ "سب کی پسند" نمبر لے گئی۔ چڑیوں کا گیت دوسرے نمبر پر تھی۔ سرورق پر ننھی "حفصہ" بہت اچھی لگ رہی تھی۔ تمام کہانیاں، تحریریں، مضامین، نظمیں، لطائف عمدہ اور خوب صورت تھے۔ نظم ماں اور پیارے بچو! سمیت ساری نظمیں اچھی تھیں۔ عالیہ ذوالفقار، کراچی۔

❁ ہمدرد نونہال کا ہر شمارہ اچھا ہوتا ہے۔ نومبر میں ہر کہانی اچھی تھی۔ بلاعنوان کہانی، ڈر کا پھندا زیادہ پسند آئیں۔ نظمیں اور مضامین بھی لاجواب تھے۔ ہر کہانی اور ہر تحریر اچھی تھی۔ جاگو جگاؤ نے ہمیں جگا دیا، روشن خیالات نے خیالوں کو روشن کر دیا۔ اس مہینے کا خیال اچھا تھا۔ سیدہ ناعمہ نام بخش، کراچی۔

❁ ہمدرد نونہال اپنے پڑھنے والوں کو ہر ماہ معیاری اور عمدہ تحریریں پیش کرتا ہے۔ ویسے تو نونہال میں بہت کچھ ہے، لیکن اسلامی معلومات کی کمی ہے۔ نومبر کے شمارے میں بلاعنوان کہانی (جاوید بسام)، اللہ کا دوست (محمد شاہد حفیظ) تحریریں بہت پسند آئیں۔ عباس علی سومنی علی زین، ماریہ، کراچی۔

❁ ہمدرد نونہال بہترین رسالہ ہے۔ ماہ نومبر کا شمارہ بھی بہت پسند آیا۔

کہانیوں میں ڈر کا پھندا اور بہتا ہوا جرم بھی اچھی تحریریں تھیں۔ بلاعنوان کہانی بھی اچھی کہانی تھی۔ ہنسی گھر، بیت بازی اور روشن خیالات بھی عمدہ سلسلے ہیں۔ جویریہ عباسی، ہری پور۔

ہر ماہ کی طرح نومبر کا شمارہ لاجواب سپرہٹ اور اپنی مثال آپ تھا۔ میں کئی سالوں سے ہمدرد نونہال پڑھتا آ رہا ہوں۔ بلاعنوان کہانی نے تو کمال کر ڈالا (جاوید بسام) کی یہ تحریر مجھے پسند آئی۔ سرورق بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ انکل! جب ہم خطوط آپ کو ارسال کرتے ہیں تو وہ آنے والے مہینے کی بجائے اس سے اگلے مہینے کیوں چھپتے ہیں؟ عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

کیوں کہ اس دوران "درمیان" کا پرچا تیار ہو چکا ہوتا ہے۔ ہمدرد نونہال زیادہ تعداد میں چھپتا ہے، اس لیے بہت پہلے پرچا پریس بھیجنا ہوتا ہے۔ ہمیں بھی ایک مہینے پہلے تیاری کرنی پڑتی ہے۔

نومبر کے شمارے میں تمام کہانیاں اور لطیفے بہت اچھے تھے۔ پہلے نمبر پر بلاعنوان کہانی اور دوسرے نمبر پر سب کی پسند تھی۔ روشن خیالات تو بہت ہی اچھے تھے۔ جاگو جگاؤ بھی بہت اچھا تھا۔ غرض نومبر کا پورا شمارہ بہت ہی اچھا تھا۔ طیب محمود، جگہ نامعلوم۔

ہر ماہ کی طرح اس ماہ کا شمارہ بھی بہت لاجواب تھا۔ بہتا ہوا جرم، ڈر کا پھندا، چڑیوں کا گیت، اللہ کا دوست سب سے اچھی کہانیاں لگیں۔ شیروینہ شاہ، حیدر آباد۔

تمام کہانیاں بہترین تھیں۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ بلاعنوان کہانی (جاوید بسام) سب سے زبردست تھی۔ اس کے علاوہ ڈر کا پھندا (رونسن سیموئیل گل)، بہتا ہوا جرم (جاوید اقبال)، چڑیوں کا گیت (فرزانہ روحی اسلم) اللہ کا دوست (محمد شاہد حفیظ)، محبت کے چشمے (مسعود احمد برکاتی) بہترین تحریریں تھیں۔ محمد الیاس چنا، لسبیلہ۔

ہمدرد نونہال کا معیار تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ نومبر کا شمارہ صرف خوب صورت نہیں، بلکہ بہت ہی خوب صورت تھا۔ سرورق پر ایک معصوم سی بچی کی تصویر دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ رسالہ جتنا باہر سے خوب صورت تھا اندر بھی اتنی ہی خوب صورت تحریریں، مضامین، نظمیں وغیرہ موجود تھیں۔ جاگو جگاؤ پڑھ کر دوسروں کی مدد کرنے کا جذبہ بیدار ہوا۔ اس مہینے کا خیال بھی بہت عمدہ ہے۔ ارم بلوچ محمد رفیق، نواب شاہ۔

نومبر کا شمارہ شان دار تھا۔ تمام کی تمام کہانیاں شان دار تھیں۔ ہنسی گھر شان دار نہیں تھا۔ محمد طلحہ مغل، ڈگری۔

ہمدرد نونہال میں اپنا خط دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی۔ اس خوشی نے دوبارہ قلم اُٹھانے پر مجبور کیا۔ مجھے ہمدرد نونہال پڑھنے کا بہت شوق ہے، اس لیے جب بھی ہاتھ میں آتا ہے تو پورا پڑھ ڈالتی ہوں۔ ڈر کا پھندا اور اللہ کا دوست اچھی کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان کہانی اس شمارے کی سب سے اچھی کہانی تھی۔ انکل! آپ ہمدرد نونہال میں کوئی قسط وار ناول بھی شروع کر دیں۔ اشمہ نیاز، کوٹلی آزاد کشمیر۔

نومبر کا شمارہ سابقہ شماروں کی طرح زبردست تھا۔ ادیبوں کے لطیفے، بلاعنوان کہانی شان دار رہی۔ حافظ محمد ابراہیم، جگہ نامعلوم۔

نومبر کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ چڑیوں کا گیت، بہتا ہوا جرم، ڈر کا پھندا، بلاعنوان کہانی اے ون کہانیاں تھیں۔ اللہ کا دوست کہانی بہت اچھی تھی۔ کہانی ناکام منصوبہ سے ہمیں ایمان داری کا سبق ملا۔ عائشہ ابرش عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔

نومبر کے مہینے کی بہترین کہانی چڑیوں کا گیت اور اللہ کا دوست تھی۔ علم دریچے بھی بہت اچھے تھے اور محبت کے چشمے بہترین تحریر تھی۔ بیت بازی کے اشعار بھی اچھے تھے۔ غرض تمام شمارہ ہی بہترین تھا۔ تحریم خان، نارتھ کراچی۔

نومبر کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ سب کہانیاں سپرہٹ تھیں۔ چڑیوں کا گیت، بہتا ہوا جرم، ڈر کا پھندا، بلاعنوان کہانی سب کہانیاں اے ون تھیں۔ ناکام منصوبہ سے ایمان داری کا سبق ملا۔ اللہ کا دوست سب سے اچھی کہانی تھی۔ نونہال رسالہ ترقی کی طرف گامزن ہے۔ مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔

❁ اس بار ہمدرد نونہال کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ تمام کہانیاں ایک سے ایک بڑھ کر تھیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہمدرد نونہال ہر مہینے علم کی روشنی بکھیرتا ہے اور ان شاء اللہ آیندہ بھی بکھیرتا رہے گا، لیکن اس بار کا ہنسی گھر کچھ اتنا خاص نہیں تھا۔ اُمید ہے کہ اگلی بار ہنسی گھر میں نئے نئے لطیفے آئیں گے۔ سویلہ سعود، کراچی۔

❁ نومبر کا شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر اللہ کا دوست (محمد شاہد حفیظ) دوسرے نمبر پر ڈر کا پھندا (روبنسن سیموئیل گل) تیسرے نمبر پر بہتا ہوا جرم (جاوید اقبال) اور چوتھے نمبر پر چڑیوں کا گیت (فرزانہ روحی اسلم) اور تحریر محبت کے چشمے کا کیا کہنا وہ تو ٹاپ پر تھی۔ لبابہ عمران، لیاقت آباد، کراچی۔

❁ جاگو جگاؤ کی راز کے ساتھ بات اچھی لگی اور اس مہینے کا خیال حضرت امام حسینؓ اور علامہ اقبال کے بارے میں بہت اچھا لگا۔ حضور نبی کریمؐ کے فرمان پر تحریر "محبت کے چشمے" بہت پسند آئی۔ علامہ اقبال کا تعلیمی سفر بھی بہترین تحریر تھی۔ کہانی بہتا ہوا جرم بہت سبق آموز اور دل چسپ رہی۔ ڈر کا پھندا بھی اچھی رہی۔ ایبٹ آباد کے صحت افزا مقام ٹھنڈیانی پر نظم پسند آئی۔ ادیبوں کے لطیفوں نے خوب ہنسایا۔ ایک استاد کی تحریر اللہ کا دوست بھی بہت پسند آئی۔ مجموعی طور پر پورا شمارہ ہی زبردست تھا۔ عبدالجبار رومی انصاری، لاہور۔

❁ الحمد للہ ہمدرد نونہال خوب سے خوب ترقی کی طرف گامزن ہے، جو اس کے بلند معیار کی واضح دلیل ہے۔ اُبھرتے لکھاریوں نے اس میں جدت بھر دی ہے۔ میں بچپن سے رسائل کا شوقین رہا ہوں۔ نومبر کا شمارہ بھی خاص نمبر سے کم نہیں تھا۔ جاوید اقبال کی کہانی انوکھی تھی۔ نسرین شاہین کا مضمون معلوماتی تھا۔ محمد سعد افراہیم خان، کراچی۔

❁ نومبر کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ نظموں میں ٹھنڈیانی اچھی لگی اور کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ اس بار کے لطیفے زبردست تھے۔ نونہال مصور میں اریشہ نوید کی مصوری بہت اچھی لگی۔ نام پتا نامعلوم۔

❁ نومبر کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ ہنسی گھر تو لاجواب تھا۔ پیاری حفصہ بہت معصوم لگی۔ کہانیاں سب ہی اچھی تھیں، مگر سب کی پسند (محمد عدنان طارق) پڑھ کر مزہ آیا۔ نام پتا نامعلوم۔

❁ جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح زبردست ہے۔ روشن خیالات میں ہمیشہ کی طرح سب سے بہتر قول حضور کا ہے۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر "محبت کے چشمے" بہت اچھی تحریر تھی۔ ڈر کا پھندا اور بلاعنوان کہانی بہترین کہانیاں تھیں۔ میاں بلاقی کا ایک اور کارنامہ پڑھنے کو ملا۔ نظم ٹھنڈیانی کا کوئی جواب نہیں۔ محمد شہیر یاسر، راولپنڈی۔

❁ مجھے ماہ اکتوبر ۲۰۱۵ء اور دسمبر ۲۰۱۵ء کا شمارہ اکٹھا وی پی کر دیں۔ میں آپ کو وی پی ملتے ہی رقم روانہ کر دوں گا۔ امتیاز علی ناز، لاہور۔

> اکتوبر اور دسمبر ۲۰۱۵ء کے شمارے آپ کو بغیر قیمت بھجوائے جا رہے ہیں۔

❁ ہمدرد نونہال کے شمارے بہت اچھے اور معیاری ہوتے ہیں۔ اس میں نونہالوں کی تحریریں بھی کافی بہتر اور عمدہ ہوتی ہیں۔ اتنا اچھا رسالہ نکالنے پر میری طرف سے دلی مبارک باد قبول کریں۔ ایم اختر اعوان، کراچی۔

❁ نونہال کا سرورق بہت ہی دل چسپ تھا۔ کہانیوں کا تو کہنا ہی کیا اتنی مزے دار تھیں کہ بتانا مشکل ہے۔ کہانیاں ڈر کا پھندا، چڑیوں کا گیت، اللہ کا دوست بہت ہی خوب تھیں۔ ناہید ضمیر حسین، کراچی۔

❁ سرورق پر موجود حفصہ احسن کا انداز بہت پیارا تھا۔ ہمدرد نونہال کا ہر شمارہ اچھا ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کا شمارہ بھی زبردست تھا۔ کہانیاں سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ کس کس کی تعریف کروں۔ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ حافظہ ماہ نور دا محمد بلوچ، ٹنڈو الہیار۔

❁ اول درجے کی کہانی بلاعنوان کہانی ہے جو کہ میاں بلاقی والی ہے۔ دوسرے نمبر پر ڈر کا پھندا اور بہتا ہوا جرم ہے۔ تیسرے نمبر پر اللہ کا دوست اور چڑیوں کا گیت ہے۔ ان کہانیوں سے واقعی ماہ نامے کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔ ہنسی گھر بہت اچھا ہوتا ہے، پڑھ کر ہنسی سے

لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں۔ غلام حسین میمن کی تحریر معلومات ہی معلومات پڑھ کر واقعی معلومات میں اضافہ ہوا۔ ہر تحریر بے مثال تھی۔ تحریر علامہ اقبال کا تعلیمی سفر بھی بہت خوب تھی۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات ہر مرتبہ ہی بہترین تحریر ثابت ہوتی ہے۔ آمنہ بی بی، رافعہ میمونہ بی بی، ڈھوک وٹہ۔

❁ ہر ماہ کی طرح اس بار بھی کہانیاں، نظمیں، روشن خیالات پسند آئے۔ سرورق بھی زبردست تھا۔ بلاعنوان کہانی سپر ہٹ تھی۔ کہانیوں میں ناکام منصوبہ، ڈر کا پھندا اور چڑیوں کا گیت زبردست تھیں۔ ہنسی گھر کے سارے لطیفے لاجواب تھے۔ تابعہ سعود، کراچی۔

❁ نومبر کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ بلاعنوان کہانی اور ڈر کا پھندا بہت زیادہ پسند آئیں۔ اس بار لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ انکل! اگر ہم بلاعنوان کہانی کے کوپن کی فوٹو کاپی کروا کر زیادہ عنوان بھیج دیں تو کیا آپ قبول کرلیں گے؟ ثروت جہاں، صلاح الدین، بلوچستان۔

کوپن کی فوٹو کاپی قبول نہیں کی جاتی۔ اصل کوپن ہی بھیجیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی عنوان لکھیے اور وہ ایک ہی نونہال کا سمجھا جائے گا۔

❁ آپ کی پہلی بات، مٹی کا روشن دیا اور شہید حکیم محمد سعید کی تحریر شادی اور کھانا، وقار محسن مرحوم صاحب کی طیارہ ڈبلیو گیارہ زبردست تحریریں تھیں۔ عبدالحمید ملازئی، کراچی۔

❁ نومبر کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ مضامین میں اقبال کا تعلیمی سفر اور محبت کے چشمے اچھے تھے۔ نظموں میں ٹھنڈیانی، اسلام، ماں اور پیارے بچو! بہت زیادہ پسند آئیں۔ بلاعنوان کہانی، چڑیوں کا گیت، سب کی پسند، ناکام منصوبہ، بہتا ہوا جرم، ڈر کا پھندا، اللہ کا دوست بہت دل چسپ تھیں۔ جاگو جگاؤ پہلے کی طرح بہت اچھا تھا۔ نونہال مصوری پسند آئی۔ لطائف مزے دار تھے۔ نونہال ادیب میں اچھی تحریریں تھیں۔ پرنس سلمان یوسف سمیجہ، علی پور۔

❁ نومبر کا شمارہ ہمیشہ کی طرح بہت اچھا تھا۔ تحریروں میں مجھے علامہ اقبال کا تعلیمی سفر بہت اچھی لگی اور ہماری معلومات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ ناکام منصوبہ بھی اچھی کہانی تھی۔ چڑیوں کا گیت زیادہ خاص نہیں تھی۔ بہتا ہوا جرم کہانی اچھی تھی اور ڈر کا پھندا، سب کی پسند، دو باتیں بھی اچھی لگی، لیکن بلاعنوان کہانی کا تو کوئی جواب نہیں تھا۔ طوبیٰ بنت عبدالرؤف قریشی، کراچی۔

❁ نومبر کا شمارہ زبردست تھا۔ پہلے نمبر پر کہانی سب کی پسند (احمد عدنان طارق) اچھی لگی۔ دوسرے نمبر پر بہتا ہوا جرم تھی۔ تیسرے نمبر پر ڈر کا پھندا۔ تینوں بڑی زبردست تھیں۔ محمد ادریس، کراچی۔

❁ نومبر کے شمارے میں پہلی نظر سرورق پر موجود خوب صورت بچی پر پڑی۔ پھر پہلی بات، جاگو جگاؤ اور ایک ایک کہانی سے لطف اُٹھایا۔ علم دریچے پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا الغرض پورا رسالہ ہی سپر ہٹ تھا۔ ملک محمد احسن، راولپنڈی۔

❁ تازہ شمارہ ہاتھ میں آتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ ہمیشہ کی طرح ہر کہانی سپر ہٹ تھی۔ محبت کے چشمے (مسعود احمد برکاتی) اور علامہ اقبال کا تعلیمی سفر (نسرین شاہین) بہت ہی خوب صورت انداز میں پیش کیے گئے تھے۔ لائبہ فاطمہ محمد شاہد، میرپور خاص۔

❁ نومبر کا شمارہ اچھا لگا۔ سرورق پر بچی کی مسکراہٹ نے شمارے کو چار چاند لگا دیے۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات زبردست رہے۔ روشن خیالات اچھے لگے۔ محبت کے چشمے اور علامہ اقبال کا تعلیمی سفر زبردست مضمون تھے۔ نظمیں تمام اچھی لگیں۔ بہتا ہوا جرم، ڈر کا پھندا، چڑیوں کا گیت، اللہ کا دوست، بلاعنوان کہانی، ناکام منصوبہ اور سب کی پسند زبردست کہانیاں تھیں۔ معلومات ہی معلومات اچھا سلسلہ ہے۔ ہنسی گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آئے تو ہنسنے پر مجبور ہو گئے۔ نونہال مصور کا صفحہ لاجواب تھا۔ بیت بازی کے اشعار اچھے لگے۔ ادیبوں کے لطیفے بھی خوب تھے۔ محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی۔

❁ جناب وقار محسن صاحب کے انتقال کی افسوس ناک خبر ملی اور دل کو بے حد افسردہ کرگئی۔ ہم سب قارئین ایک خوب صورت سوچ رکھنے والے شگفتہ لکھاری سے محروم ہو گئے۔ مریم جمیلہ، راولپنڈی۔ ☆

جوابات معلومات افزا - ۲۳۹

سوالات نومبر ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئے تھے

نومبر ۲۰۱۵ء میں معلومات افزا-۲۳۹ کے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے ہیں۔ انعام یافتہ نونہالوں کو ایک کتاب بھیجی جا رہی ہے۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی کا نام بنیامین تھا۔

۲۔ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے بعد سے خانہ کعبہ میں پہلی بار علانیہ نماز کی ادائی شروع ہوئی۔

۳۔ پاکستان کے مشہور پہلوان ''بھولو'' اور ''گوگا'' آپس میں بھائی بھائی تھے۔

۴۔ ممتاز شاعر محشر بدایونی کا اصل نام فاروق احمد تھا۔

۵۔ مشہور خاتون سائنس داں مادام کیوری پولینڈ کے شہر وارسا میں پیدا ہوئیں۔

۶۔ دنیا کا پہلا ڈاک ٹکٹ ۶ مئی ۱۸۴۰ء کو جاری ہوا۔

۷۔ ۱۹۵۲ء میں شاہ حسین اردن کے بادشاہ بنے۔

۸۔ ۱۱۸۷ء میں صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کیا۔

۹۔ انگریز حکمرانوں نے مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو جلاوطن کر کے رنگون بھیج دیا تھا۔

۱۰۔ الجزائر نے ۳ جولائی ۱۹۶۲ء میں فرانس سے آزادی حاصل کی تھی۔

۱۱۔ کیکڑے کی ۱۰ ٹانگیں ہوتی ہیں۔

۱۲۔ ماؤنٹ ایورسٹ سمیت دنیا کے سات اونچے پہاڑوں کو سر کرنے والی واحد پاکستانی خاتون کا نام ثمینہ بیگ ہے۔

۱۳۔ کرکٹ کے واحد پاکستانی کھلاڑی گل محمد تھے، جنھوں نے بھارت کی طرف سے پاکستان کے خلاف ٹیسٹ میچ کھیلا تھا۔

۱۴۔ بچوں کا عالمی دن ۲۰ نومبر کو منایا جاتا ہے۔

۱۵۔ اردو زبان کی ایک کہاوت: ''بڈھی گھوڑی، لال لگام۔''

۱۶۔ علامہ اقبال کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: احتشام شاہ فیصل، سیدہ جویریا جاوید، طوبیٰ بنتِ عبدالرؤف قریشی، زمل فاطمہ صدیقی، حافظ محمد ابراہیم قریشی، ماہم عدنان ☆ پسنی: نسیم واحد ☆ لاہور: فاطمہ فہیم ☆ اسلام آباد: عنیزہ ہارون ☆ حیدرآباد: عائشہ ایمن عبداللہ ☆ سکھر: شمائلہ عبدالغفار چاچڑ ☆ راولپنڈی: محمد ارسلان ساجد ☆ رحیم یار خان: عائشہ کریم ☆ ملتان: احمد عبداللہ ☆ پشاور: فہد احمد۔

۱۶ درست جوابات دینے والے نونہال

☆ کراچی: بلال خان، محمد سعد افراہیم خان، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، سید صفوان علی جاوید، سید باذل علی اظہر، سید شمظل علی اظہر، ضحیٰ زبیر، محمد عمر، سمیعہ توقیر، اسماء ارشد، اسامہ علی، نزارا ندیم، لاعبہ اعجاز، سید حسن علی، کومل فاطمہ اللہ بخش، ناعمہ تحریم، معاذ اسحاق، علینا اختر، مسکان فاطمہ، محمد حماد، خدیجہ ارج ☆ پسنی: سسی تخی، ساگر سلام، تخی پھلان، شلی تخی، سسی تخی ☆ بہاول پور: صباحت گل، ایمن نور، قرۃ العین ☆ لاہور: آمنہ جمیل، اُم ہانی معین، امامہ یاسر ☆ اسلام آباد: محمد شہیر ہارون، لائبہ خان ☆ حیدرآباد: مرزا ہمزہ بیگ، محمد عاشر راحیل ☆ سکھر: سمیہ وسیم ☆ فیصل آباد: حمرہ امتیاز، زینب ناصر ☆ راولپنڈی: صفی اللہ عباسی ☆ میانوالی: نجم الصباح ازل ☆ ڈیرہ غازی خان: احمد سعد بن سعید ☆ بے نظیر آباد: مرلیاہ خانزادہ ☆ سانگھڑ: محمد ثاقب منصوری ☆ نوشہرو فیروز: سمعیہ خیر محمد پھل ☆ کوٹ ادو: محمد افنان سمیع خان ☆ ساہیوال: کائنات شوکت ☆ ایبٹ آباد: سعد عباسی ☆ کھاریاں: دائم قاضی ☆ لیاقت پور: کنزا سہیل۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: محمد معین الدین غوری، طلحہٰ سلطان شمشیر علی، محمد اویس، ہانیہ شفیق، محمد آصف انصاری، سمیع اللہ خاں، شاہ محمد ازہر عالم، ارج محمود، مسفرہ جبین، یاسر نوشاد خاں، رضی اللہ خاں، اسماء زیب عباسی، حفصہ مریم، عریشہ سلیم، شیر حیدر مغل، محمد زید فیصل، محمد شافع، مرزا اسعد حشمان بیگ، محمد سعد نوید ظفر، زہیر ذوالفقار، محمد ایان بن عمران، فرحان میتھانی، رخشی آفتاب، اسریٰ خان، محمد معصب انصاری، تراب انصاری ☆ سکھر: فلزا مہر، طوبیٰ سلمان ☆ پشاور: محمد حمدان ☆ راولپنڈی: ملک محمد

احسن ☆ کوٹلی: شہریار احمد چغتائی ☆ کرک: روحینہ امان ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد ناز ☆ میر پور خاص: شہیر ابتول ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: محمد احمد ☆ کہروڑ پکا: محمد ارسلان رضا ☆ بہاول پور: محمد بلال ☆ لاہور: امتیاز علی ناز ☆ اسلام آباد: سدلیس عالم آفریدی ☆ فیصل آباد: محمد اواب کمبوہ ☆ ڈگری: محمد طلحہ مغل۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: محمد عثمان غنی، محمد اختر حیات خاں، محمد وقاص، محمد احمد، احزم جاوید، ثمین جاوید، ایم اختر اعوان، محمد بلال صدیقی، انس عبدالواحد ☆ حیدرآباد: عمر بن حزب اللہ بلوچ ☆ راولپنڈی: محمد شہیر یاسر، رومیسہ زینب چوہان ☆ لاہور: عبدالجبار رومی انصاری، مشعال آصف ☆ لسبیلا: محمد الیاس چنا ☆ واہ کینٹ: سیدہ عروج فاطمہ ☆ وزیر آباد: جویریہ وسیم ہاشمی ☆ گھوٹکی: سعدیہ سحر عبدالستار ملک ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ کھوسکی: شمشاد احمد کمبوہ ☆ فیصل آباد: اریبہ صادق ☆ شیخوپورہ: محمد احسان الحسن۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: احسن جاوید، مسفرہ شیخ، عبدالرحمٰن، صفی اللہ، صالحہ فاطمہ شیروانی، ردا کوثر، علیزہ سہیل، عمیر رفیق، عبدالحمید ملازئی ☆ پشاور: عائشہ سید اسرار ☆ ہری پور: شاہ میر عباسی، معراج محبوب عباسی ☆ ایبٹ آباد: شامیر صمد ☆ قصور: عبدالرافع۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ کراچی: بہادر شاہ ظفر، محمد فہد الرحمٰن، فضل ودود خان، قرۃ العین، اسامہ ملک، آسیہ جاوید احمد شیخ ☆ حیدرآباد: شیرونیہ ثنا، فائزہ احمد صدیقی ☆ اوتھل: طیبہ نور ☆ سانگھڑ: اقصیٰ انصاری ☆ ملتان: محمد ارحم عمران ☆ تلہ گنگ: بشریٰ صفدر ☆ ٹنڈوالہ یار: اُمِ ہانی عثمان ☆ سکھر: حارث علی ☆ شہداد پور: مسکان فاطمہ محمد حسین ☆ بھکر: سمیرا زاہد ☆ کھپرو: سارہ اکرم ☆ خوشاب: فتح محمد شارق ☆ پتا نامعلوم: طلحہٰ خباب علی۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ کراچی: احسن محمد اشرف، محسن محمد اشرف، کامران گل آفریدی، احمد رضا، صائبہ مصطفیٰ، وردہ مصطفیٰ، حسن رضا قادری، اسامہ احمد عثمان، انس نسیم خان، تابعہ سعود ☆ میر پور ماتھیلو: الطاف بوزدار، آصف بوزدار ☆ راولپنڈی: ربیعہ مریم ☆ تھاروشاہ: ریان آصف خانزادہ راجپوت ☆ حیدرآباد: عبداللہ عبداللہ۔ ☆

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال نومبر ۲۰۱۵ء میں جناب جاوید بسام کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱۔ اپنی سازش کا شکار : شازیہ انصاری، کراچی

۲۔ احسان فراموش : ارم بلوچ محمد رفیق، نواب شاہ

۳۔ اپنے ہی گڑھے میں : شمشاد احمد کمبوہ، کھوسکی

﴿ چند اور اچھے عنوانات ﴾

سو سنار کی، ایک لوہار کی۔ نیکی بدی۔ جھوٹ کے پاؤں۔ ماضی کا جرم۔ راز کھل گیا۔ آستین کا سانپ۔ سونے کی تلاش۔ کلہاڑیوں کا راز۔ ناکام منصوبہ۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: مہوش حسین، کومل فاطمہ اللہ بخش، فضل ودود خان، محمد عثمان غنی، کامران گل آفریدی، محمد فہد الرحمٰن، بہادر شاہ ظفر، صفی اللہ، فضل قیوم خان، محمد معین الدین غوری، طلحہٰ سلطان شمشیر علی، احتشام شاہ فیصل، محمد اختر حیات خان، محمد وقاص، بلال الدین اسد، بلال خان، محسن محمد اشرف، احسن محمد اشرف، احمد رضا، علی حسن محمد نواز، محمد اویس امیر احمد، طاہر مقصود، احمد حسین، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سید صفوان علی جاوید، سید عفان علی

جاوید، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، عائشہ زبیر، سمیع اللہ خان، شاہ بشریٰ عالم، یمنیٰ توقیر، مسکان عطا اللہ، آسیہ جاوید احمد شیخ، اسما ارشد، سمیعہ توقیر، مسکان فاطمہ، محمد ابوبکر، زبیر ذوالفقار، عباس علی مونی، تسبیح، محمد حسن نوید ظفر، ایمان عقیل، مرزا محمد حشمان حسیب بیگ، سندس آسیہ، مصامص شمشاد غوری، فائزہ کامل، فاکہہ عباسی، محمد حماد بٹ، حافظ محمد ابراہیم قریشی، محمد احمد، آمنہ قیصر، بے بی ریحان علی، اُم سکینہ شاہد، ردا کوثر، تابندہ آفتاب، تنویل اعجاز، سائرہ سکندر، اسامہ ملک، لبابہ بنت عمران، قرۃ العین، محمد عاقب مصطفیٰ، جویریہ مصطفیٰ، محمد یوسف محمود، انعم صابر علی، صالحہ فاطمہ شیروانی، ہانیہ شفیق، زارا ندیم، حسن رضا قادری، محمد مبشر، انس نسیم خان، طٰہٰ احمد، رضی اللہ خان، یاسر نوشاد خان، عبدالودود، معاذ اسحاق، اسمازیب عباسی، حفصہ مریم، عریشہ سلیم، عبدالحمید ملازئی، علینا اختر، شبیر حیدر مغل، سفرہ شیخ، محمد شافع، لاعبہ اعجاز، سید محسن علی، طوبیٰ بنتِ عبدالرؤف قریشی، عمیر رفیق، ا۔ع، عمارہ خرم، احسن جاوید، ثمین جاوید، احزم جاوید، ایم اختر اعوان، زمل فاطمہ صدیقی، سید حسن علی، سعدیہ انصاری ☆ **حیدرآباد:** عائشہ ایمن، سمیرہ بتول اللہ بخش سعیدی، شیرونیہ ثنا، حیان مرزا، ماہ رخ، عبداللہ عبداللہ ☆ **پسنی:** ساگر سلام، سسی سخی، شیراز شریف، چراغ اللہ بخش، شوہاز شریف، میر جان سخی ☆ **بہاول پور:** ایمن نور، قرۃ العین عینی، صباحت گل ☆ **خوشاب:** مریم نایاب ☆ **فیصل آباد:** اریبہ صادق، بریرہ فاطمہ ڈھلون، حمدہ امتیاز، زینب ناصر، اصفیٰ کمبوہ ☆ **راولپنڈی:** رافعہ میمونہ بی بی، عشباء عامر، محمد شہیر یاسر، محمد سعد اعجاز، ملک محمد احسن، رومیسہ زینب چوہان ☆ **تلہ گنگ:** طلحہ خباب علی، بشریٰ سفدر، محمد ثاقب شاہ میر ☆ **نواب شاہ:** طیب محمود، مریم عبدالسلام شیخ ☆ **اباڑو:** ثانیہ

حنیف، مریم سحر عبدالحسیب ملک ☆ لسبیلا: محمد الیاس چنا، حدیقہ ناز ☆ اسلام آباد: عنیزہ
ہارون، سدلیس عالم آفریدی، ثمن زاہد، محمد شہیر ہارون، ہادیہ قیصر ☆ ڈگری: محمد طلحہ مغل
☆ ملتان: محمد ابراہیم، عائشہ رباس ریاض حسین، محمد سبحان عابد، ایمن فاطمہ ☆ لاہور: محمد
فہیم الرحمٰن، زعیمہ یاسر، سمیہ ناصر، سعدیہ نعمان، حمنہ فاطمہ معین، عبدالجبار رومی انصاری،
سیدہ ثمرا علی، مریم نعیم، آمنہ جمیل، محمد افضل اکرم، امتیاز علی ناز ☆ نوشہرو فیروز: شایان
آصف خانزادہ راجپوت، گل ابراہیم پُھل ☆ میانوالی: نجم الصباح ازل، محمد اسامہ اکرام
خان ☆ سانگھڑ: اقصیٰ انصاری، سارہ آدم ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد ناز، کشف خان
☆ سکھر: سمیہ وسیم، عمارہ ثاقب، بشریٰ محمد محمود شیخ، حارث علی، شمائلہ عبدالغفار چاچڑ، فلزا مہر
☆ میر پور خاص: ثمینہ سیال، سید میثم عباس شاہ، شہیرا بتول، زونش منیر رندھاوا ☆ ٹوبہ
ٹیک سنگھ: عمیر مجید، سعدیہ کوثر مغل ☆ آزاد کشمیر: درشہوار خان، محمد جواد چغتائی ☆ میر پور
ماتھیلو: وقار احمد تنیو، آصف بوزدار، الطاف بوزدار ☆ جندو ڈیرو: راشد منہاس بھٹو
☆ لیاقت پور: کنز سہیل ☆ ساہیوال: عبدالرحمٰن کھیرا جٹ ☆ ہری پور: معراج محبوب
عباسی ☆ گھوٹکی: سعدیہ سحر ملک عبدالستار ☆ کھاریاں: انز لنا قاضی ☆ قصور: آمنہ
عبدالستار، عبدالرحمٰن ☆ علی پور: پرنس سلمان یوسف سمیجہ ☆ ایبٹ آباد: غزل وقار
☆ خان پور: احمد سروش ☆ سانگھڑ: علیزہ ناز منصوری ☆ بے نظیر آباد: سرلیاہ خانزادہ
☆ سیالکوٹ: حیدر حنیف ☆ وہاڑی: مومنہ خالد ابوجی صاحب ☆ بھکر: سمیرا زاہد
☆ شہداد پور: مسکان فاطمہ محمد حسین ☆ شیخوپورہ: محمد احسان الحسن ☆ پتا نامکمل: کرن لطیف۔

☆☆☆

نونہال لغت

بَرملا	بَ رْ مَ لا	کھلم کھلا۔ دن دہاڑے۔ رُوبرُو۔ منھ پر۔ علانیہ۔
نِباہ	نِ بَا ہ	کسی کام کو تکمیل تک پہنچانا۔ وفاداری۔ وعدہ وفائی۔
زِیرک	زِ یْ رَ کْ	دانا۔ دانش مند۔
سَبیل	سَ بِی ل	راستہ۔ راہ۔ تدبیر۔ طریقہ۔ ذریعہ۔ وسیلہ۔ سبب۔ وہ جگہ جہاں پانی وغیرہ پلایا جائے۔
دَلیل	دَ لِی ل	ثبوت۔ شہادت۔ حُجّت۔ بحث۔ وجہ۔ سبب۔
کَفیل	کَ فِی ل	ذمے دار۔ ضامن۔ جواب دہ۔
تَرویج	تَ رْ وِ یْ ج	رواج۔ شہرت۔ جاری کرنا۔
پَرخچے	پَ رَ خْ چے	پرزے۔ ٹکڑے۔
مَنطق	مَ نْ طِ ق	وہ علم جو عقلی دلیلوں سے حق کو حق اور ناحق کو ناحق ثابت کردے۔
مَسکن	مَ سْ کَ ن	رہنے کی جگہ۔ رہنے کا مقام۔ گھر۔ مکان۔ ٹھکانا۔
ہادی	ہَا دِ ی	ہدایت کرنے والا۔ رہنما۔ پیشوا۔ پیرومرشد۔ لیڈر۔
تمازت	تَ مَا زَ ت	گرمی۔ گرمی کی شدت۔
پذیرائی	پِ زِ یْ رَ ا ئی	منظوری۔ قبولیت۔ استقبال۔
اَکابر	اَ کَا بِ ر	اکبر کی جمع۔ بزرگ۔ بڑے بڑے مقتدر آدمی۔ امیر کبیر۔ رؤسا۔
تہلکہ	تَ ہْ لْ کہ	کھلبلی۔ شوروغوغا۔ آفت کہرام۔ تباہی۔ ہلاک ہونا۔
اَکھڑ	اَ کْ کھڑ	اُجڈ۔ غیرمذہب۔ گنوار۔ ناشائستہ۔ بدتمیز۔ سرکش۔ جھگڑالو۔